۲۶ مئی سنہ ۱۹۰۸ء

آج سے چالیس سال قبل یعنی ۲۶ مئی سنہ ۱۹۰۸ء کو ہمارے آقا و پیشوا سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود۔ موعود اقوام عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا۔ آپ کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ نے اسلام کو زندہ اور تر و تازہ کرنے اور اس کو دوسرے تمام ادیان پر غلبہ بخشنے کے لئے بے شمار دلائل مہیا کئے اور نشانات و معجزات دکھائے۔

آپ نے اپنی جماعت کی بنیاد سنہ ۱۸۸۹ء میں رکھی جس مشن کو آپ لے کر کھڑے ہوئے اسکی مخالفت اپنوں اور بیگانوں۔ مذہبی اور غیر مذہبی لوگوں۔ دینی رہنماؤں۔ سیاسی لیڈروں اور عوام الناس۔ غرضیکہ دنیا کے ہر طبقہ نے کی۔ اور ارباب حکومت نے بھی اس نازک پودہ کو جو آپ نے خدا کے حکم کے ماتحت لگایا تھا۔ کچلنے اور مسلنے کی پوری کوشش کی یہاں تک کہ آپ کی وفات پر آپ کے دشمنوں نے یہ یقین کیا۔ کہ یہ سلسلہ اب جلد مٹ جائے گا۔ کیونکہ یہ آپ کی ہی زبردست شخصیت کی وجہ سے قائم تھا لیکن وہ خدا جس نے اس زمانہ میں آپ کو دنیا کی اصلاح کے لئے مامور فرمایا تھا۔ اور جس کے حکم سے یہ روحانی سلسلہ قائم ہوا تھا۔ اسکی حفاظت کے لئے خود کھڑا ہوا۔ اور اپنے وعدہ کے مطابق جو اس نے اپنے پاک مسیح موعودؑ سے فرمایا تھا "قدرت ثانیہ" کا ظہور فرمایا۔ دشمن اور بدخواہ خائب و خاسر اور نامراد ہوئے۔ اور خدائی سلسلہ پہلے سے بھی زیادہ سرعت اور ترقی سے بڑھتا چلا گیا۔ سیدنا حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر جو سنہ ۱۹۱۴ء میں ہوئی۔ دشمنان احمدیت کو ایک دفعہ پھر امید کی جھلک نظر آئی۔ کہ شاید وہ اس کہنہ مشق عالم اور صاحب اثر و رسوخ طبیب کی آنکھیں بند کرنے کے بعد احمدیت کو مٹانے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن خدا تعالےٰ کی تقدیر سے ایک عظیم الشان تجلی حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے فرزند گرامی ارجمند حضرت سیدنا محمود ایدہ اللہ الودود کے وجود میں ظاہر فرمائی۔ اور آپ کو خلافت ثانیہ کے عہدہ پر متمکن فرمایا آپ کے عہد سعادت میں احمدیہ جماعت نے خدائی وعدوں کے مطابق بہت ہی شاندار ترقی و بلندی حاصل کی۔ علاوہ ان بے شمار آسمانی اور الٰہی نشانات اور تائیدات کے جو آپ کے وقت میں سلسلہ حقہ کی تائید میں ظاہر ہوئیں اور اب تک ہو رہی ہیں مخلصین جماعت کو بھی خاص طور پر آپ کی ہدایت کے ماتحت قربانیوں اور جد و جہد کی توفیق ملی۔ اور آج احمدیت کا وہ نرم و نازک پودا ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ جس کی شاخیں دنیا کے ملک ملک اور کونے کونے میں پھیل چکی ہیں۔ اور لاکھوں انسان اس کے ٹھنڈے سائے کے نیچے آرام کر رہے ہیں اور اس کے شیریں پھلوں سے شاد کام ہو رہے ہیں۔ ہر جگہ احمدیت کے مشن قائم ہو چکے ہیں۔ اور سینکڑوں مبلغین اپنے دلائل و براہین اور آسمانی نشانوں سے دنیا کے مفکرین فلاسفروں اور سائینسدانوں کو بفضلہ تعالےٰ قائل کر رہے ہیں۔ درجنوں رسائل اور اخبارات اور متعدد مساجد دنیا کے مختلف ملکوں میں خدا تعالےٰ کا نام بلند کرنے کے لئے بن چکی ہیں۔ اور آج بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ **احمدیت پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا۔**

کیا احمدیت کی باوجود ہزارہا مشکلات اور مخالفتوں کے اس قدر شاندار کامیابی جو قبل از وقت بتائی ہوئی پیشخبریوں کے ماتحت ظہور میں آئی اس کی صداقت کی واضح دلیل نہیں؟ یقیناً ہے۔ اور ہم ہر شریف اور سنجیدہ انسان کو اس الٰہی تحریک میں شمولیت کی دعوت دیتے ہیں۔ جس میں شامل ہونے والے انسان زندہ خدا کے زندہ نشانات و معجزات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور جن کی ہستی پر ایک روحانی انقلاب آتا ہے۔

بھائی عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر دارالمسیح قادیان سے شائع کیا۔

اخبار بدر

باوجود گوناگوں مشکلات اور دقتوں کے سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خاص ارشاد کے ماتحت اخبار بدر کا اجراء سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان دارالامان سے کیا جا چکا ہے۔

اب اخبار کا بار ہتیاں پرچہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ اخبار سلسلہ کی آئندہ ترقی اور غلبہ کا پیش خیمہ ہے۔ اس میں علاوہ حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات، ارشادات کے بزرگان سلسلہ کے اہم اور قیمتی مضامین اور ملکی اور بین الاقوامی مسائل پر بھی تبصرہ ہوتا ہے۔ اس اخبار کے ذریعہ سے احباب کو قادیان مقدس کے ضروری حالات اور تبلیغی مشنوں کے کوائف معلوم ہوتے ہیں۔ آپ اس اخبار کی مدد مندرجہ ذیل طریق پر فرما سکتے ہیں۔

۱۔ تمام صاحب استطاعت احباب بدر کے خریدار بنیں اور خریدار بننے کے بعد باقاعدگی کے ساتھ چندہ اخبار ادا کریں اور کسی صورت میں بھی بقایا نہ ہونے دیں۔

۲۔ تمام احباب پوری جدوجہد سے اپنے رشتہ داروں، دوستوں اور دوسرے لوگوں کو اس اخبار کے خریدار بنائیں۔ اور اس طرح خریداروں کی تعداد کو بڑھائیں۔

۳۔ جو دوست استطاعت رکھتے ہوں وہ علاوہ اپنا چندہ ادا کرنے کے زائد عطیہ بھی بھجوائیں۔ تاکہ اس سے معزز غیر احمدی اور سرکاری افسران کو مفت اخبار روانہ کیا جا سکے اور اس طرح اسلام اور احمدیت کی تبلیغ میں وسعت پیدا ہو۔

۴۔ جو دوست مضامین لکھنے کی قابلیت رکھتے ہوں وہ ضرور باقاعدگی کے ساتھ اپنے مضامین اخبار میں اشاعت کے لئے بھجوائیں۔

۵۔ اگر کسی دوست کو اخبار میں کوئی نقص یا کمی معلوم ہو یا اسکی ترقی کے لئے کوئی تجویز ذہن میں آئے تو ہمیں لکھ کر ممنون فرمائیں۔

۶۔ سب سے اہم امداد بذریعہ دعا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی نصرت و مدد کے بغیر سب محنتیں رائیگاں اور سب کوششیں اکارت جاتی ہیں۔ پس احباب خاص دعاؤں سے بھی ہماری امداد فرمائیں کہ خدا تعالیٰ اپنے خاص فضل و احسان سے ہماری حقیر کوششوں میں برکت دے اور اس اخبار کے نور کو چار دانگ عالم میں پھیلانے کا موجب بنائے۔ اور ہمیں وہ کام لے جو اس کی رضا کے مطابق اور اس کی خوشنودی کے سطر سے ممسوح ہو۔ (مینیجر)

ماہنامہ خالد کا اجراء

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ کی طرف سے

از ملک صلاح الدین نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ قادیان

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ ایک ماہنامہ بنام خالد جاری کر رہی ہے۔ تمام مجالس خدام الاحمدیہ بھارت کے لئے ضروری ہے کہ اس کی خریداری قبول کریں تا نوجوانوں اور اطفال کی اصلاح کے لئے پورا سامان ہو سکے۔ مجالس سالانہ چندہ چار روپے دفتر محاسب قادیان کے نام ارسال فرمائیں۔ تا ان کے نام رسالہ جاری ہو سکے۔

ضروری اطلاع

جملہ عہدیداران و احباب جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کی اطلاع کے لئے شائع کیا جاتا ہے کہ سیدنا حضرت اقدس امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے مطابق ہندوستان کے لئے وکیل المال تحریک جدید کا دفتر قادیان میں قائم ہے لہذا متعلقہ احباب کو چاہیئے کہ تحریک جدید کے متعلق ہر قسم کی خط و کتابت وکیل المال تحریک جدید قادیان دارالامان ضلع گورداسپور سے کریں۔

(وکیل المال تحریک جدید قادیان)

مہجورِ قادیان

از مکرم قاضی ظہور الدین صاحب اکمل

جب کوئی زائر کدعہ مجھے مِل جاتا ہے
دلِ پژمردہ مرا پھول سا کھل جاتا ہے

حسن و احسان کا یہ اعجاز مسیحائی ہے
تیری محفل میں جو آتا ہے خجل جاتا ہے

نکتہ چیں عیب نکالے تو نتیجہ ظاہر
رخِ انوار کے لئے بن کے وہ تِل آتا ہے

رشتہ تقدیر کا جب سوزنِ تدبیر میں ہو
زخم جو سینے پہ آتا ہے وہ سِل جاتا ہے

دیکھ ظالم تو ستم احمدی بیکس پہ نہ کر
آہِ مظلوم سے تو عرش بھی ہل جاتا ہے

ناز کر اپنی جوانی نہ ہمہ دانی پر
گُلِ خوش رنگ بھی آخر تو گَل جاتا ہے

بزمِ محبوب خداوندِ عُلا میں اکمل
سازِ سربستہ کھلتے ہی سِجل جاتا ہے

ولادتیں

خدا تعالیٰ کے فضل سے مندرجہ ذیل احباب کے ہاں گذشتہ ایام میں مندرجہ ذیل ولادتیں ہوئیں:۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل و احسان سے ان سب کو بابرکت اور سلسلہ کے لئے مفید بنائے۔

(۱) ۴ر اپریل مکرم محمود احمد صاحب بشیر کے ہاں لڑکی تولد ہوئی۔

(۲) مکرم چوہدری سعید احمد صاحب بی۔ اے آنرز محاسب صدر انجمن احمدیہ کے ہاں لڑکی تولد ہوئی۔

(۳) ۱۲ر اپریل مکرم میر رفیع احمد صاحب مکرم قریشی سعید احمد صاحب کے ہاں لڑکیاں تولد ہوئیں

(۵) ۱۵ر اپریل مکرم نواب دین صاحب کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔

(۶) ۲۷ر اپریل مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب انچارج احمدیہ شفاخانہ قادیان کے ہاں لڑکی تولد ہوئی

(۷) ۱۹ر مئی جناب شیخ عبدالحمید صاحب عاجز بی۔ اے ناظر بیت المال کے ہاں لڑکا تولد ہوا۔

مبارک۔ مبارک۔ مبارک۔

درخواست دعا و دعا مغفرت

نہایت افسوس کے ساتھ احباب کرام و بزرگان سلسلہ و درویشان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ خاکسار کی بڑی لڑکی عزیزہ کوثر بی بی صرف دو یا تین دن بیمار ہو کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اُسے غریق رحمت کرے اور اپنی جوارِ رحمت میں جگہ نصیب عطا کرے۔ آمین۔ ثم آمین۔

نیز عاجز کی اہلیہ اور بچے کچھ عرصہ سے بیمار چلے آتے ہیں۔ اُن کی فوری شفایابی کے لئے بھی دردمندانہ درخواست دعا ہے۔ والسلام خادم سلسلہ

صمصام الدین احمد احمدی صنی جماعت احمدیہ بنگال کٹک اڑیسہ

شکریہ احباب

مندرجہ ذیل احباب نے ازراہ مہربانی اخبار بدر کی اعانت کے لئے بتفصیل ذیل رقوم دی ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ اسوقت صدر انجمن احمدیہ کی مالی پریشانیوں کی وجہ سے اخبار بدر بہت زیادہ مالی اعانت اور عطیہ جات کا مستحق ہے۔ احباب توجہ فرما کر ممنون فرمائیں۔

۱۔ حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندرآباد ۔/۔/۲۰ روپے

۲۔ مکرم سیٹھ حاجی بھائی غلام حسین صاحب آف پرادیپ ۔/۔/۱۵ ″

۳۔ چوہدری غلام احمد صاحب مظفر گڑھ ۔/۔/۱۰ ″

۴۔ مکرمہ عبدالرحمن صاحب بتوسط مکرم محمد صادق صاحب فاروقی سیکرٹری مال ۔/۔/۶ ″

(مینیجر)

اخبار ہند دہلی و جالندھر کے اسلام پر اعتراضات

اور ان کی تردید

آنریبل پنڈت جواہر لال نہرو کے قلم سے

خدا کے فضل و احسان سے ہمارے ملک کو آزادی کی نعمت حاصل ہوئی ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم آزاد قوموں کے وہ اوصاف اپنے اندر پیدا کریں جن میں مذہبی رواداری اور اتحاد و یگانگت نمایاں طور پر شامل ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ بعض فرقہ پرست اخبارات اس امر کی قدر و قیمت نہیں سمجھتے اور آئے دن ایسے مضامین شائع کرتے رہتے ہیں جو ملک میں فرقہ وارانہ کشیدگی کو اُبھارنے اور مختلف قوموں اور مذاہب کے آپس کے تعلقات کو خراب کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔ ایسے ہی مضامین اور اشتعال انگیز تقاریر کے نتیجہ میں ملک کے اندر آئے دن فرقہ وارانہ فسادات برپا ہوتے رہتے ہیں اور حکومت کی طاقت جو ہر نئی تعمیری کاموں پر صرف ہونی چاہیئے ان فسادات کے فرو کرنے میں لگی رہتی ہے۔ اس طرح ہمارا ملک علاوہ بیرونی ممالک میں بدنام ہونے کے اپنے تعمیری پروگرام پر پورے طور پر عمل پیرا نہیں ہو سکتا۔ اور ملک کے اہم مسائل لمبے عرصہ سے لاینحل چلے آ رہے ہیں۔

معاصر "ہند" مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۵۲ء نے اپنے مضمون بعنوان "ایران اور مصر ہمیشہ کے لئے کیسے نشٹ ہو گئے" میں اسلام کے خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بے جا و بے بنیاد الزامات لگائے ہیں۔ یہ الزامات اگر سچے بھی ہوتے تو بھی ملک کی موجودہ فضا کا یہ تقاضا تھا کہ ان کا ذکر نہ کیا جاتا۔ اور مسلمانوں اور دوسری اقوام کے تعلقات کو کشیدہ ہونے سے بچایا جاتا۔ لیکن افسوس ہے کہ ان اعتراضات کو جو محض جھوٹے اور بے بنیاد ہیں موجودہ حالات میں مشتہر کر کے کروڑوں مسلمانوں کا دل دُکھایا گیا ہے اور غیر مسلموں میں اُن کے خلاف جذبہ نفرت پیدا کیا گیا ہے نیز تاریخی لحاظ سے بھی ایسی باتیں تحریر کی گئی ہیں جو ایک باخبر مصنف، مورخ اور محقق کے لئے باعث عزت نہیں۔

پہلا اعتراض یہ ہے کہ ایران میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مسلمانوں نے حملہ کر کے اُس کی آزادی کو چھین لیا اور اپنے ظلم و جبر سے نہایت قلیل عرصہ میں اُس کے مذہب کو تبدیل کر کے ایرانیوں کو مسلمان بنا لیا۔ چنانچہ مضمون نگار لکھتا ہے:-

"جو ایران اپنے آپ کو سچے آرین مانتے اور سبھیتا کے لحاظ سے بہت اونچے درجے پر پہنچ چکے تھے۔ ۶۳۵-۶۴۲ء (؟) میں سالوں میں عرب کے اُن تُند خو تیز اراد و اسبھیہ حملوں کا شکار بن کر ہمیشہ کے لئے اپنی آزادی سبھیتا اور سنسکرتی سے ہاتھ دھو بیٹھے جو چند ایرانی جہازوں میں بیٹھ کر ہندوستان میں اپنے آریہ بھائیوں کی شرن میں آن پہنچے وہ پارسی کہلائے۔ باقی سب کو جنوبی عربوں کی خونی تلوار نے مسلمان بنا ڈالا۔"

یہ اعتراض جس حد تک بے بنیاد اور خلاف حقیقت ہے۔ اس کی تفصیل اس محدود جگہ میں نہیں دی جا سکتی۔ البتہ مختصر طور پر اس حقیقت کو ظاہر کیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ اسلام کسی صورت میں بھی جارحانہ اقدام یا لڑائی کے حق میں نہیں۔ حضرت بانیٔ اسلام علیہ السلام نے ۶۲۸ء میں کسریٰ شہنشاہ ایران کے نام ایک صلح محبت اور روحانیت کا پیغام بھیجا لیکن اس مغرور بادشاہ نے بجائے اس کے کہ اس پیغام کو قبول کرتا۔ یا شاہانہ وقار کے اعتبار سے اُس کا مناسب جواب دیتا اُس نامۂ رسول کو برسرِ عام چاک کر کے پھینک دیا۔ اس نے اسی تذلیل پر بس نہ کی بلکہ یمن کے ایرانی گورنر کے نام آنحضرت صلعم کی گرفتاری کے احکام صادر کئے یہی واقعہ مسلمانوں کے ایران پر حملہ کرنے کے لئے کافی تھا۔ لیکن ایرانیوں نے اس کے علاوہ بھی اسلامی حکومت کے ساتھ پے در پے چھیڑ خانیاں کیں۔ اور اسلامی حکومت کو ہر طرح نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ ان حالات میں خود حفاظتی کے طور پر اور شرارت سے بچنے کے لئے اگر حضرت عمرؓ نے مجبوراً ایران پر حملہ کیا تو اس میں کوئی جائے اعتراض نہیں۔

اسلام ہی اکیلا مذہب ہے جس نے یہ ڈنکے کی چوٹ بلند اعلان فرمایا ہے کہ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ کہ مذہب کے معاملہ میں جبر جائز نہیں مسلمان جہاں بھی گئے اپنے محکوموں کو ہمیشہ مذہبی آزادی عطا کی اور اُن سے رواداری کا سلوک کیا۔ اس پر نہ صرف اپنوں کی بلکہ غیر مسلموں کی سینکڑوں شہادات موجود ہیں جو تاریخ کا کھلا ورق ہیں۔ چنانچہ مشہور یورپین غیر مسلم محقق ڈاکٹر گستاولی بان اپنی کتاب "تمدن عرب" صفحہ ۱۲۴ پر لکھتا ہے:-

"جس وقت ہم فتوحات عرب پر نظر ڈالیں گے اور اُن کی کامیابی کے اسباب کو اُبھار کر دکھائیں گے تو معلوم ہو گا کہ اشاعت مذہب میں تلوار سے مطلق کام نہیں لیا گیا۔ کیونکہ مسلمان ہمیشہ مفتوح اقوام کو اپنے مذہب کی پابندی میں آزاد چھوڑ دیتے تھے۔"

علاوہ ازیں اگر اسلام کی ابتدائی اور بنیادی باتوں پر ہی نظر کی جائے تو جبری مسلمان بنانے کا ابتدا ہی سے دروازہ بالکل مسدود نظر آتا ہے۔ کاش ہمارے معترضین اس پر نظر کرتے چنانچہ اسلام نے مذہبًا لوگوں کی تین قسمیں کی ہیں۔ ماننے والے مومن۔ نہ ماننے والے کافر۔ اور تیسرے گروہ کا نام منافق رکھا ہے یعنی جو ظاہری اطاعت تو کرے مگر دل سے منکر ہو۔ اور اس مؤخر الذکر گروہ کو اسلام نے حد درجہ بُری نگاہ سے دیکھا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جس شخص کو بھی جبری طور پر اسلام لانے پر آمادہ کیا جاتا ہے اُس کا دل ایسے نور ایمان سے بالکل خالی ہوتا ہے۔ اگرچہ بظاہر وہ مسلمانوں کا جامہ پہن لیتا ہے۔ لیکن دل سے اسلام کے ساتھ اُسے خلوص و ہمدردی نہیں ہو سکتی۔ اور اس امر کو اسلام نے نہایت بری نگاہ سے دیکھا ہے۔ پس جبراً تبدیلی مذہب کسی شخص کو منافق تو بنا سکتی ہے لیکن مخلص مومن اور فدائی ہرگز نہیں بنا سکتی۔ لیکن جن ممالک میں بھی اسلام گیا اُس کے باشندگان میں سے اسلام کے ایسے ایسے فدائی اور جاں نثار پیدا ہوئے کہ جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ایسے اعتراض کی دھجیاں اُڑاتا ہے۔ کیا ایک منافق طبع انسان اسلام کی خاطر ایسی ایسی قربانیاں کر سکتا ہے اور اسلام کی خاطر اپنے تن من دھن کو نچھاور کر سکتا ہے؟

یہ اعتراضات تو اُس زمانہ کے متعلق کئے جاتے ہیں جو آج سے سینکڑوں سال پیشتر کا ہے۔ اس زمانہ میں بھی جو علوم و فنون فلسفہ اور تہذیب کے لحاظ سے بہت ترقی یافتہ ہے اسلام کے دلکش اصول تمام اقوام کو اپیل کر رہے ہیں اور احمدیہ جماعت کے ذریعہ سے اسلام کے تبلیغی مشن یورپ۔ امریکہ۔ افریقہ اور دوسرے ممالک میں دن بدن بڑھتی ہوئی تعداد میں قائم ہو رہے ہیں اگر اس زمانہ میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام بغیر کسی ظاہری طاقت۔ غلبہ اور شان و شوکت کے ہزارہا انسانوں کو حلقہ بگوش اسلام کر رہی ہے تو کیا وجہ ہے کہ قرون اولیٰ اور زمانہ بعد میں اسلام کی صداقت کے دلائل و معجزات یہ کام نہ کر سکتے تھے؟

دوسرا اعتراض ان الفاظ کیا گیا ہے:-

"جب سارا ایران عربوں کے آہنی پاؤں کے نیچے لایا گیا۔ ہزاروں ایرانی مندر جن میں روزانہ ہون ہوتا تھا آگ کی نذر کر دیئے گئے۔"

تاریخی پہلو سے مضمون نگار کی یہ بات بالکل بے بنیاد اور غلط ہے۔ کیونکہ یہ امر ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ عربوں کے ایران فتح کرنے کے سینکڑوں سال بعد بھی ایران میں آتشکدے اور پارسی مذہب کے پیرو بہت بڑی تعداد میں موجود رہے۔ چنانچہ مسٹر نہرو اپنی مشہور کتاب "دی پریچنگ آف اسلام" صفحہ ۲۰۹ پر لکھتے ہیں:-

"سن ہجری کے ابتدائی سالوں میں ایران میں نمایاں طور پر رواداری برتی جاتی تھی۔ پارسیوں کے آتش ہاں یہ بات درست ہے کہ سینکڑوں سال کے اختلاط اور میل جول کے بعد جب ایرانیوں کو اسلام کی خوبیوں سے اطلاع ملتی گئی انہیں آتشکدوں میں آگ خود بخود سرد پڑتی گئی۔ اسلام کی جن خوبیوں اور اصولوں نے ایرانیوں کو اسلام کا گرویدہ بنایا اُن میں سے بعض کا ذکر آنریبل پنڈت جواہر لال نہرو نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:

"وہ مذہب جو آپ (یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے دنیا کے سامنے پیش کیا اس وجہ سے عرب کے ہمسایہ ملکوں (ایران شام۔ عراق اور مصر) کے عام لوگوں میں مقبول ہوا کہ وہ سادہ اور بلا واسطہ روحانی مراحل کو طے کرنے کے قابل اور جمہوریت نوازانہ تھا۔ نیز اس میں مساوات بھی پائی جاتی تھی۔

جن لوگوں کو اسلام کا پیغام پہنچایا گیا وہ لمبے عرصہ سے خود مختار بادشاہوں اور مذہبی استبداد کے مظالم کے نیچے پسے ہوئے اور پرانے نظام سے اُکتا چکے تھے۔ اور ایک خاص تبدیلی کے لئے تیار و آمادہ تھے۔ اسلام نے ان کے سامنے ایک نیا نظام پیش کیا جسے اُنہوں نے خوش آمدید کہا کیونکہ اس کے ذریعہ وہ کئی اعتبار سے بہتر ہو گئے اور اُن کے بہت سے نقائص اور برائیاں دور ہو گئیں۔"

Glimpses of World History P. 145

امید ہے کہ آنریبل پنڈت جی کے عالمانہ اور منصفانہ تبصرہ کے بعد پریمی صاحب پر اسلام کے جبراً ایران کی تبدیلیٔ مذہب کی حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔ اس امر کی مکمل وضاحت ایک دوسرے محقق مسٹر ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ نے اپنی مشہور کتاب پریچنگ آف اسلام میں فرما کر مندرجہ ذیل نتیجہ نکالا ہے۔

"ان حقائق کے پیش نظر زرتشتی مذہب کے زوال کو جبراً تبدیلی مذہب کی طرف منسوب کرنا یقیناً ناممکن ہے۔"

The Preaching of Islam p. 210

تیسرا اعتراض ان الفاظ میں کیا گیا ہے:-

"کاش سکندریہ کا وہ پستکالیہ (لائبریری) آج موجود ہوتا جس کی لاکھوں کتابیں عمر نے جلا دیں اُن کتابوں سے آج انہاس کاروں کو بھارت اور مصر کے پرانے سمبندھ جاننے میں بڑی سہایتا (مدد) ملتی۔ اُن پستکوں سے عربوں نے اپنے سینکڑوں حمام اور باورچی خانے چھ ماہ تک گرم رکھے۔"

ہمیں سخت افسوس ہے کہ مضمون نگار اس

بقیہ صفحہ نمبر ۵ پر ملاحظہ ہو

اسلام میں خلافت کا نظام

(رقم فرمودہ حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے)

مکرمی مولوی ابو العطاء صاحب ایڈیٹر رسالہ الفرقان اور پرنسپل جامعہ احمدیہ نے مجھ سے اصرار خواہش کی ہے کہ رسالہ الفرقان کے خلافت نمبر کے لئے کوئی مضمون لکھ کر ارسال کروں۔ میں اسے سراسر خدا تعالیٰ کا فضل و احسان سمجھتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک حد تک تحریری خدمت کی توفیق دے رکھی ہے لیکن طبیعت کی موجودہ حالت میں اور اتنے تنگ وقت پر کیونکہ مضمون کا مطالبہ آج شام یا کل صبح تک ہے۔ دلجمعی کے ساتھ مضمون لکھنا ممکن نہیں۔ پس میں فی الحال محض شرکت کے ثواب کی خاطر اور مولوی صاحب موصوف کی خواہش کے احترام میں ذیل کے مختصر نوٹ پر اکتفاء کرتا ہوں۔ وَاِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَنِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ۔

خلافت کا مضمون موٹے طور پر مندرجہ ذیل شاخوں میں تقسیم شدہ ہے۔ (۱) خلافت کی تعریف (۲) خلافت کی ضرورت (۳) خلافت کا قیام (۴) خلافت کی علامات (۵) خلافت کے اختیارات (۶) خلافت سے عزل کا سوال اور (۷) خلافت کا زمانہ۔ میں ان سب کے متعلق مختصر فقرات میں جواب دینے کی کوشش کروں گا۔ واللہ الموفق والمستعان۔

خلافت کی تعریف

سب سے اول نمبر پر خلافت کی تعریف کا سوال ہے۔ یعنی یہ کہ خلافت سے مراد کیا ہے اور نظام خلافت کس چیز کا نام ہے؟ سو جاننا چاہیئے کہ خلافت ایک عربی لفظ ہے۔ جس کے لغوی معنی کسی کے پیچھے آنے یا کسی کا قائمقام بننے یا کسی کا نائب ہو کر اس کی نیابت کے فرائض سرانجام دینے کے ہیں۔ اور اصطلاحی طور پر خلیفہ کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اول وہ ربانی مصلح جو خدا کی طرف سے دنیا میں کسی اصلاحی کام کے لئے مامور ہو کر مبعوث کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس معنی میں تمام انبیاء اور رسول خلیفۃ اللہ کہلاتے ہیں۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے نائب ہونے کی حیثیت میں کام کرتے ہیں اور انہی معنوں میں قرآن شریف حضرت آدمؑ اور حضرت داؤدؑ کو خلیفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دوم وہ برگزیدہ شخص جو کسی نبی یا روحانی مصلح کی وفات کے بعد اس کے کام کی تکمیل کے لئے اس کا قائمقام اور اس کی جماعت کا امام بنتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہما خلیفہ بنے۔

خلافت کی ضرورت

دوسرا سوال خلافت کی ضرورت کا ہے۔ یعنی نظام خلافت کی ضرورت کس غرض سے پیش آتی ہے؟ سو اس کے متعلق جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر کام حکمت و دانائی کے ماتحت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے قانون طبعی کے ماتحت انسان کی عمر محدود ہے۔ لیکن اصلاح کا کام لمبے زمانہ کی نگرانی اور تربیت چاہتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے نبوت کے بعد خلافت کا نظام مقرر فرمایا ہے تاکہ نبی کی وفات کے بعد خلفاء کے ذریعہ اس کے کام کی تکمیل ہو سکے۔ گویا جو تخم نبی کے ذریعہ بویا جاتا ہے اسے خدا تعالیٰ خلفاء کے ذریعہ اس حد تک تکمیل کو پہنچانے کا انتظام فرماتا ہے کہ وہ ابتدائی خطرات سے محفوظ ہو کر ایک مضبوط پودے کی صورت اختیار کر لے۔ اس سے ظاہر ہے کہ خلافت کا نظام دراصل نبوت کے نظام کی فرع اور اس کا تتمہ ہے۔ اسی لئے ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم حدیث میں فرماتے ہیں کہ ہر نبوت کے بعد خلافت کا نظام ہوتا ہے۔

خلافت کا قیام

چونکہ خلافت کا نظام نبوت کے نظام کی فرع اور تتمہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے قیام کو نبوت کی طرح اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ تاکہ خدا کے علم میں جو شخص بھی حاضر الوقت لوگوں میں سے اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہو وہی مسند خلافت پر متمکن ہو سکے۔ البتہ چونکہ نبی کی بعثت کے بعد مومنوں کی ایک جماعت وجود میں آ چکی ہوتی ہے اور وہ نبوت کے فیض سے تربیت یافتہ بھی ہوتی ہے اس لئے خدا تعالیٰ خلافت کے انتخاب میں مومنوں کو بھی حصہ دار بنا دیتا ہے۔ تاکہ وہ اس کی اطاعت بجا لائے اور اس کے ساتھ تعاون کرنے میں زیادہ شرح صدر محسوس کریں۔ اس طرح خلیفہ کا انتخاب ایک عجیب و غریب مخلوط قسم کا رنگ رکھتا ہے کہ بظاہر مومن انتخاب کرتے ہیں مگر حقیقۃً خدا کی تقدیر پوری ہوتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ مومنوں کے دلوں پر تصرف فرما کر ان کی رائے کو اہل شخص کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ اسی لئے قرآن شریف میں ہر جگہ خلفاء کے تقرر کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے اور بار بار فرمایا ہے کہ خلیفہ میں بناتا ہوں۔ اور اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے آنحضرت صلعم حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر راضی نہیں ہوں گے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی رسالہ الوصیت میں یہی نکتہ بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خدا تعالیٰ نے خود حضرت ابوبکرؓ کو کھڑا کر کے مسلمانوں کی گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیا اور حضرت ابوبکرؓ کی مثال پر خود اپنے متعلق بھی فرماتے ہیں کہ میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو خدا کی دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ ان حوالوں سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ گو بظاہر خلافت کے تقرر میں مومنوں کی رائے کا بھی دخل ہوتا ہے لیکن حقیقۃً تقدیر خدا کی چلتی ہے۔

خلافت کی علامات

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خلافت کی علامات کیا ہیں جس سے ایک سچے خلیفہ کو شناخت کیا جا سکے؟ سو جاننا چاہیئے کہ جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ ایک خلیفہ برحق کی دو بڑی علامتیں ہیں ایک علامت وہ ہے جو سورۂ نور کی آیت استخلاف میں بیان کی گئی ہے۔ یعنی وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا۔ یعنی سچے خلفاء کے ذریعے خدا تعالیٰ دین کی مضبوطی کا سامان پیدا کرتا ہے اور مومنوں کو خوف کی حالت کو امن سے بدل دیتا ہے۔ یہ خلفاء صرف میری عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتے"۔ پس جس طرح ہر درخت اپنے ظاہری پھل سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح ہر سچا خلیفہ اپنے اس روحانی پھل سے پہچانا جاتا ہے جو اس کی ذات کے ساتھ ازل سے مقدر ہو چکا ہے۔ دوسری علامت حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ جو یہ ہے کہ استثنائی حالات کو چھوڑ کر ہر خلیفہ کا انتخاب مومنوں کی اتفاق رائے یا کثرت رائے سے ہونا چاہیئے کیونکہ گو حقیقۃً تقدیر خدا کی چلتی ہے مگر خدا نے اپنی حکیمانہ تدبیر کے ماتحت خلفاء کے تقرر میں بظاہر مومنوں کی رائے کا بھی دخل رکھا ہوا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یابی اللہ ویابی المومنون۔ یعنی نہ تو خدائی تقدیر ابوبکرؓ کے سوا کسی اور کو خلیفہ بننے دے گی اور نہ ہی مومنوں کی جماعت کسی اور کی خلافت پر راضی ہو گی۔ پس ہر خلیفہ برحق کی یہ دوہری علامت ہے کہ (۱) وہ مومنوں کے انتخاب سے قائم ہو اور (۲) خدا تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی نصرت اور تائید میں کھڑا ہو جائے اور اس کے ذریعہ دین کو تمکنت پہنچے۔ اس کے سوا بعض اور علامتیں بھی ہیں۔ مگر اس جگہ اس تفصیل کی گنجائش نہیں۔

خلافت کی برکات

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے خلافت کا نظام ایک بہت ہی مبارک نظام ہے جس کے ذریعہ آفتاب نبوت کے ظاہری غروب کے بعد اللہ تعالیٰ ماہتاب نبوت کے طلوع کا انتظام فرماتا ہے اور اپنی جماعت کو اس دھکے کے خطرات سے بچا لیتا ہے جو نبی کی وفات کے بعد نوزائیدہ جماعت پر ایک بھاری مصیبت کے طور پر وارد ہوتا ہے۔ نبی کا کام جیسا کہ قرآن شریف کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے تبلیغ ہدایت کے ساتھ ساتھ مومنوں کی جماعت کی دینی تعلیم، ان کی روحانی اور اخلاقی تربیت اور ان کی تنظیم سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ سارے کام نبی کی وفات کے بعد خلیفۂ وقت کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ جس کا وجود جماعت کو انتشار سے بچا کر انہیں ایک مضبوط لڑی میں پروئے رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں نبی کا وجود جماعت کے لئے محبت اور اخلاص کے تعلقات کا روحانی مرکز ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ وہ اتحاد اور یکجہتی اور باہم تعاون کا زریں سبق سیکھتے ہیں۔ اور خلیفہ کا وجود اس درس وفا کو جاری اور تازہ رکھنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے وجود کو جو ایک ہاتھ پر جمع ہونے کی وجہ سے خلیفہ کے وجود کے ساتھ لازم و ملزوم ہے ایک بہت بڑی نعمت قرار دیا ہے۔ اور اسے انتہائی اہمیت دی ہے۔ اور جماعت میں انتشار پیدا کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں من شذ شذ فی النار۔ یعنی جو شخص جماعت سے کٹتا اور اس کے اندر تفرقہ پیدا کرتا ہے وہ اپنے لئے آگ کا رستہ کھولتا ہے۔ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ۔ یعنی اے مسلمانو! تم پر تمام دینی امور میں میری سنت پر عمل کرنا فرض ہے اور میرے بعد میرے خلفاء کے زمانہ میں ان کی سنت پر عمل کرنا بھی واجب ہو گا۔ کیونکہ وہ خدا کی طرف سے ہدایت یافتہ ہوں گے پس خلافت کا نظام ایک نہایت ہی بابرکت نظام ہے۔ جس کے ذریعہ جماعتی اتحاد اور مرکزیت کے علاوہ جس کی ہر نوزائیدہ جماعت کو بھاری ضرورت ہوتی ہے۔ نبوت کا نور جماعت کے سر پر جلوہ افروز رہتا ہے۔ وہ یہ ایک بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی برکت ہے۔

خلافت کے اختیارات

اگلا سوال خلافت کے اختیارات سے تعلق رکھتا ہے۔ سو اس سوال کے جواب کو سمجھنے کے لئے بنیادی نکتہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خلافت ایک روحانی نظام ہے جس میں حکومت کا حق اوپر سے نیچے کو آتا ہے اور چونکہ خلافت کا نظام نبوت کے نظام کی فرع ہے اور دوسری طرف شریعت ہمیشہ کے لئے مکمل ہو چکی ہے اس لئے جس طرح شریعت کے حدود کے اندر رہ کر نبوت کے اختیارات وسیع ہیں اسی طرح شریعت اور سنت نبوت کی حدود کے اندر رہ کر خلافت کے اختیارات بھی وسیع ہیں۔ یعنی ایک خلیفہ اسلامی شریعت کی حدود کے اندر اندر اور اپنے نبی متبوع کی سنت کے تابع رہتے ہوئے اپنی جماعت کے نظم و نسق میں وسیع اختیارات رکھتا ہے۔ موجودہ زمانہ کے جمہوریت زدہ نوجوان اس بات پر حیران ہوتے ہیں کہ ایک واحد شخص کے اختیارات کو اتنی وسعت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن انہیں سوچنا چاہیئے کہ اول تو خلافت کسی جمہوری اور دنیوی نظام کا حصہ نہیں بلکہ روحانی اور دینی نظام کا حصہ ہے جس کا حق خدا تعالیٰ کے ازلی [illegible]

نیچے کو آتا ہے اور خدا ہی خلفاء کے رہ پر رہتا ہے۔ دوسرے جب ایک خلیفہ نئے نئے شریعت کی آہنی حدود معین ہیں اور نبی متبوع کی سنت کی چار دیواری بھی موجود ہے تو ان ٹھوس قیود کے ماتحت اس کے اختیارات کی وسعت پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ نبی کے بعد خلیفہ کا وجود یقیناً ایک نعمت اور رحمت ہے اور رحمت کی وسعت بہرحال برکت کا موجب ہوتی ہے نہ کہ اعتراض کا۔ بایں ہمہ اسلام یہ ہدایت دیتا ہے کہ چونکہ خلیفہ کے انتخاب میں بظاہر لوگوں کی رائے کا بھی دخل ہوتا ہے اس لئے اُسے تمام اہم امور میں مومنوں کے مشورہ سے کام کرنا چاہیئے۔ بیشک وہ اس بات کا پابند نہیں کہ لوگوں کے مشورہ کو ہر صورت میں قبول کرے۔ لیکن وہ مشورہ حاصل کرنے کا پابند ضرور ہے تاکہ اس طرح ایک طرف تو جماعت میں ملی اور دینی سیاست کی تربیت کا کام جاری رہے اور دوسری طرف عام کاموں میں مشورہ قبول کرنے سے جماعت میں زیادہ بشاشت کی کیفیت پیدا ہو۔ لیکن خاص حالات میں وَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ کا مقام بھی قائم رہے۔ یہ ایک بہت لطیف فلسفہ ہے۔ ولکن قلیلاً ما یتفکرون۔

خلافت سے عزل کا سوال

جن لوگوں نے خلافت کے مقام کو نہیں سمجھا وہ بعض اوقات اپنی نادانی سے خلیفہ کے عزل کے سوال میں اُلجھنے لگتے ہیں۔ وہ دنیا کے جمہوری نظاموں کی طرح خلافت کو بھی ایک دنیوی نظام خیال کر کے حسب ضرورت خلیفہ کے عزل کا رستہ تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ایک انتہا درجہ کی جہالت کا خیال ہے جو خلافت کے حقیقی مقام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ حق یہ ہے کہ جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے۔ خلافت ایک روحانی نظام ہے جو خدا تعالیٰ کے خاص تصرف کے ماتحت نبوت کے تتمہ اور تکملہ کے طور پر قائم کیا جاتا ہے۔ اور گو اس میں مصلحت الٰہی سے بظاہر لوگوں کی رائے کا بھی دخل ہوتا ہے۔ مگر حقیقۃً وہ خدا تعالیٰ کی خاص تقدیر کے ماتحت قائم ہوتا ہے اور پھر وہ ایک الٰہی درجہ کا الٰہی انعام بھی ہے۔ پس اس کے متعلق کسی صورت میں عزل کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے حضرت عثمانؓ کی خلافت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ "خدا تجھے ایک قمیص پہنائے گا مگر منافق لوگ اُسے اُتارنا چاہیں گے لیکن تم اُسے ہرگز نہ اُتارنا" اس مختصر ارشاد میں خلافت کے بابرکت قیام اور عزل کی ناپاک تحریک کا سارا فلسفہ آجاتا ہے پھر نادان لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر باوجود اس کے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اس کے عزل کا سوال اُٹھ سکتا ہے تو پھر نعوذ باللہ ایک نبی کے عزل کا سوال کیوں نہیں اُٹھ سکتا؟ پس حق یہی ہے کہ خلفاء کے عزل کا سوال بالکل خارج از بحث ہے۔ اور انبیاء کی طرح ان کے معزول کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ خدا انہیں موت کے ذریعہ دنیا سے اُٹھا لے۔ خوب یاد رکھو کہ خلافت کے عزل کا سوال خلافت کے قیام کی فرع ہے نہ کہ ایک مستقل سوال۔ پس اگر یہ ایک حقیقت ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں اُس نے بار بار اعلان فرمایا ہے اور جیسا کہ ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں صراحت فرمائی ہے تو عزل کا سوال کسی سچے مومن کے دل میں ایک لمحہ کے لئے بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسلام تو اس ضبط و نظم کا مذہب ہے کہ اس نے دنیوی حکمرانوں کے متعلق بھی محض لوگوں کی رائے سے یا درنہ کی صورت میں قائم ہوتے ہیں یہ تعلیم دی ہے کہ ان کے خلاف سر اُٹھانے اور ان کے عزل کی کوشش کرنے کے درپے نہ ہو الا ان ترواکفراً بواحاً۔ (سوائے اس کے کہ تم ان کے رویہ میں خدائی قانون کی صریح بغاوت پاؤ) تو کیا وہ خدا کے بنائے خلفاء اور نبی کے مقدس جانشینوں کے متعلق عزل کی اجازت دے سکتا ہے؟ ھیھات ھیھات لما توعدون۔

خلافت کا زمانہ

بالآخر اس بحث میں خلافت کے زمانہ کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ سو ظاہر ہے کہ جب خلافت خدا کا ایک انعام ہے اور وہ نبوت کے کام کی تکمیل کے لئے آتی ہے تو لازماً اس کے قیام کی دو ہی شرطیں سمجھی جائیں گی اول یہ کہ خدا کے علیم و حکیم کے علم میں مومنوں کی جماعت میں اس کی اہلیت رکھنے والے لوگ موجود ہوں اور دوسرے یہ کہ نبوت کے کام کی تکمیل کے لئے اس کی ضرورت باقی ہو۔ اور چونکہ یہ دونوں باتیں خدا تعالیٰ کے مخصوص علم سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے کسی دور میں خلافت کے زمانہ کا علم بھی صرف خدا کو ہی ہو سکتا ہے۔ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نبوت کے متعلق فرماتا ہے۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔ یعنی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کس کے سپرد کرے۔ اور چونکہ خلافت کا نظام بھی نبوت کے نظام کا تتمہ ہے۔ اس لئے اس کے لئے بھی یہی قانون نافذ سمجھا جائے گا۔ جو اس لطیف آیت میں نبوت کے متعلق بیان کیا گیا ہے اب چونکہ حَيْثُ کا لفظ جو اس آیت میں رکھا گیا ہے عربی زبان میں ظرف مکان اور ظرف زمان دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اس لئے اس آیت کے مکمل معنی یہ ہونگے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی اس بات کو بہتر جانتا ہے کہ نبوت اور اس کی اتباع میں خلافت پر کس شخص کو قائم کرے اور پھر کس عرصہ تک کے لئے اس انعام کو جاری رکھے؟ پس جب تک کسی الٰہی جماعت میں خلافت کی اہلیت رکھنے والے لوگ موجود رہیں گے اور پھر جب تک خدا کے علم میں کسی الٰہی جماعت کے لئے نبوت کے کام کی تکمیل اور اس کی تخم ریزی کے نشو و نما کی ضرورت باقی رہے گی خلافت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اور اگر کسی وقت ظاہری اور تنظیمی خلافت کا دور دبے گا تو بس کے مقابل پر اسلام کی خدمت کے لئے روحانی خلافت کا دور اُبھرے گا۔ اور اس طرح انشاء اللہ اسلام کے باغ پر کبھی دائمی خزاں کا غلبہ نہیں ہوگا۔ وذالک تقدیر العزیز الحکیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم ؛

خاکسار مرزا بشیر احمد [illegible]

بقیہ صفحہ نمبر ۳

لائبریری کا رونا تو رو رہے ہیں جو ہزاروں سال پہلے تلف ہو چکی ہے۔ مگر وہ کتابیں جو نہ صرف اس زمانہ میں موجود بلکہ ان کے اپنے گھر کی ہیں اُن کے مطالعہ کی بھی انہیں توفیق نہ ملی۔ پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ سکندریہ کے پسنکالیہ سے "پریمی" جیسے محقق' مورخ' اُس وقت فائدہ اُٹھاتے۔

اس بے بنیاد اور غلط الزام کی تردید کہ اسکندریہ کی لائبریری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جلائی گئی کرنے کی ہمیں چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ ایک ایسا فرسودہ اور لغو قصہ ہے۔ کہ جس کو متعصب مخالفین اسلام بھی اب چھوڑ چکے ہیں۔ اگر اس کی تردید میں تفصیلی دلائل دیئے جائیں۔ تو اس کے لئے مستقل مضمون درکار ہوگا۔ لہٰذا اس بارہ میں آنریبل پنڈت جواہر لعل صاحب نہرو کی تحقیق کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے آپ اپنی مشہور کتاب (Glimpses of World History) کے صفحہ ۱۴۵ پر تحریر کرتے ہیں۔

"ایک یہ بھی قصہ ہے کہ عربوں نے اسکندریہ کی مشہور لائبریری کو جلا دیا۔ لیکن (حقائق کی روشنی میں) یہ قصہ جھوٹا یقین کیا جاتا ہے عرب لوگ علم اور کتابوں کے اس قدر مشتاق تھے کہ وہ اس لائبریری کے ساتھ ایسا وحشیانہ سلوک نہ کرسکتے تھے۔ یہ ممکن ہے کہ قسطنطنیہ کا شہنشاہ تھیوڈوسیس (Theodosius) اس تمام لائبریری یا اس کے ایک حصہ کی تباہی کا مرتکب ہوا۔ اس لائبریری کا ایک حصہ بہت لمبا عرصہ پیشتر جولیس سیزر کے محاصرہ کے وقت تباہ ہو چکا تھا شہنشاہ تھیوڈوسیس پرانے یونانی بت پرستی کے عقائد و فلسفہ کو پسند نہ کرتا تھا کیونکہ وہ ایک راسخ العقیدہ عیسائی تھا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ان کتب سے اُس نے حماموں کو گرم کرنے کے لئے ایندھن کا کام لیا"

Glimpses of World History P. 145

آخر میں ہم صرف اتنا ہی تحریر کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے معاصر "ہندو" کو وقت کی نزاکت کو پیش نظر رکھنا چاہیئے اور ایسے مضامین جن سے ملک کی ایک بڑی قوم کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچے اور باہمی فرقہ دارانہ کشیدگی بڑھے تحریر میں نہیں لانے چاہئیں۔ حضرت عمرؓ جن پر نا روا اعتراض کئے گئے ہیں ایک عظیم الشان ہستی تھی جس کے متعلق خود پنڈت جی Great-man یعنی عظیم الشان شخص کے الفاظ استعمال کئے ہیں چاند پر تھوکنے سے چاند کا تو کچھ نہیں بگڑتا۔ البتہ تھوکنے والے کا اپنا منہ ہی مکدر ہوتا ہے خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے اہل ملک کو سمجھ دے تاکہ ملک میں امن و امان اور اتحاد کی فضا پیدا ہو

بقیہ مضمون صفحہ نمبر ۸

زمانہ پیغمبری سے پہلے بھی لوگ اُن کو نہایت سچا اور ایماندار خیال کرتے تھے اور بہت سے لوگ اپنے ذاتی جھگڑوں میں ان کو منصف مقرر کر دیتے تھے۔ اور اُن کے فیصلہ کو بسر و چشم قبول کر لیتے تھے۔ لوگ ہزاروں روپیہ بطور امانت اُن کے پاس رکھ جاتے تھے۔ جب ایک یہودی کا کسی مسلمان سے جھگڑا ہو گیا اور معاملہ آپ کے پاس گیا تو آپ نے مسلمانوں کی ناراضگی کی کچھ پروا نہ کر کے یہودی کے حق میں فیصلہ دیدیا اسی طرح جب ایک چور کو چوری کی سزا دی تو سفارش کرنے والوں سے کہا کہ میں انصاف کے بارے میں کسی کی رعایت نہیں کر سکتا۔ اور فرمایا کہ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو میں یہی حکم دوں گا کہ اُس کے ہاتھ کاٹے جائیں اپنی موت سے پہلے اعلان کیا کہ اگر کسی کا مجھ پر قرض ہو وہ وصول کرلے۔ اور جس کسی کو مجھ سے تکلیف پہنچی ہو۔ وہ مجھ سے بدلہ لے لے۔

آپ بے مثل فیاض تھے۔ جہانتک ہو سکتا وہ کبھی کسی کے سوال کو رد نہیں کرنا چاہتے تھے اگر اپنے پاس کچھ نہ ہوتا تو اس انتظار میں رہتے کہ کہیں سے کچھ مل جائے اور اس کی مدد کروں خود تکلیف اُٹھا کر اور بھوکے رہ کر دوسرے کے سوال کو پورا کر دیتے تھے۔ وہ مال و دولت کو اپنے پاس رکھنے کی بجائے دوسروں میں تقسیم کر دینا بہتر سمجھتے تھے۔ چنانچہ وفات سے پہلے حکم دیا کہ جو کچھ گھر میں ہے نکال لاؤ اور فوراً سب کچھ خدا کی راہ میں دیدیا۔ بچپن سے ہی غریبوں، یتیموں اور محتاجوں سے ہمدردی کرنے کی عادت تھی۔ چنانچہ کہا کرتے تھے کہ جو یتیموں کی خبرگیری کرتا ہے وہ مجھ سے اس طرح ملا ہوا ہے۔ جیسا کہ انگلی سے انگلی۔ خود کتنا ہی ظلم برداشت کر لیتے مگر دوسروں پر مصیبت ٹوٹتے یا ظلم ہوتے دیکھ کر اُن کا دل بھر آتا۔ فوراً اُن کی مدد کو تیار ہو جاتے۔

میری پیاری امّاں جان

از محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس ربوہ

میں حضرت اماں جان کی خدمت میں طبیعت پوچھنے کے لئے اکثر جایا کرتا تھا۔ مگر آپ نے کبھی کسی قسم کی خاص تکلیف کا اظہار نہیں فرمایا۔ سوائے اس کے کہ کبھی کوئی معمولی عارضہ ہوا اور آپ نے [illegible] متعلق اکر مجھ سے دوا طلب فرمائی۔ مگر پچیس فروری کی شام میرے دل پر ایک گہرا اثر چھوڑ گئی ہے۔ جبکہ آپ کی [illegible] [illegible] علم ہوا جو بالآخر آپ کو [illegible] سے ہمیشہ کے لئے جدا کر گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

بلانیوالا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

پچیس فروری ۵۲ء بعد عشاء کے قریب حضرت امیر المؤمنین کا پیغام آیا کہ حضرت اماں جان کو جا کر دیکھ جاؤ۔ کیونکہ آپ کی طبیعت خراب معلوم ہوتی ہے چنانچہ میں اسی وقت حضرت اماں جان کے گھر گیا۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ حضرت صاحب چونکہ تھیسیں تاریخ صبح پیار [illegible] تشریف لے جا رہے تھے اس لئے حضرت اماں جان ملنے آئے اور معانقہ کرنے پر حضرت اماں جان کے ہاتھ گرم معلوم ہوئے تو حضرت صاحب کو خیال ہوا کہ ان کو بخار ہے۔ اور اس وجہ سے مجھے کہلا بھیجا۔ میں نے حضرت اماں جان کو دیکھا آپ کو اس وقت سو کے قریب بخار تھا۔ اور کوئی تکلیف بظاہر نہ تھی۔ چنانچہ بخار کا نسخہ لکھ کر دوا منگوا کر میں آ گیا۔ اس کے بعد میں روزانہ صبح شام دونوں وقت حضرت اماں جان کو دیکھنے جاتا شروع میں بخار ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن ہو جاتا تھا [illegible] ڈگری کے قریب یا اس سے کچھ زیادہ۔ اس کے علاوہ کوئی اور تکلیف نہ تھی۔ لہذا اغلب خیال ملیریا بخار کا تھا اور اس وجہ سے اس کا ہی علاج لیا گیا مگر [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] تھا اس دوران میں [illegible] اماں جان نے کسی تکلیف کا [illegible] [illegible] کے لئے بھی آپ [illegible] [illegible] [illegible] تھیں۔ اور بظاہر کوئی خاص کمزوری اس بخار سے معلوم نہ ہوتی تھی۔ یہ حالت تقریباً دو ہفتہ تک رہی۔ اور جب بخار جاتا رہا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کسی اور قسم کا بخار نہ ہو چنانچہ انہیں دنوں حضرت اماں جان کو پیشاب کی تکلیف محسوس ہوئی۔ تو میں نے پیشاب کا ٹیسٹ کروایا اور اس میں گردوں کی کمزوری کا اثر پایا گیا جس کا علاج فوری شروع کر دیا گیا۔ یہ اندازاً بارہ تیرہ مارچ کی بات ہے۔ یعنی بخار شروع ہونے سے قریباً ہفتہ گذر رہا تھا۔ اب اماں جان کو چند جلد کمزوری ہونی شروع ہو گئی تھی۔ اور غذا بھی بہت ہی کم ہو گئی تھی۔

نوٹ: [illegible] اور پہلے بھی چند ماہ سے غذا بہت کم کر کے کھایا کرتی تھیں [illegible] دی گئی تھی۔ صرف استعمال چیزیں [illegible] وغیرہ آسانی سے لے لیا کرتی تھیں۔ وہ بھی کم مقدار میں۔

چنانچہ میں نے مکرم [illegible] صاحب [illegible] اور مکرم صاحبزادہ حضرت میاں بشیر احمد صاحب کو کہا کہ عرض کیا کہ حضرت اماں جان کی بیماری لمبی ہوتی جا رہی ہے۔ اور کمزوری [illegible] بڑھ رہی ہے۔ لہذا لاہور سے کسی ڈاکٹر کو بلا کر دکھانا ضروری ہے۔ اس پر فوراً ایک آدمی لاہور بھیجا گیا۔ کہ محمد یعقوب خان کے پاس بھجوایا گیا۔ وہ ڈاکٹر کرنل ضیاء اللہ یا ڈاکٹر [illegible] کو لے کر فوراً ربوہ آ جائیں۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد یعقوب خان صاحب ڈاکٹر کرنل ضیاء اللہ کو ساتھ لے کر [illegible] ربوہ آ گئے۔ [illegible] شیخ بشیر [illegible] بھی ان کے ہمراہ تھے۔ [illegible] [illegible] [illegible] اماں جان کو دیکھا اور کچھ اور دوائیں تجویز کیں جو علاج گردوں کی سوزش سے پہلے کیا جا رہا تھا اس سے [illegible] اور آئندہ کے لئے بھی کچھ ترمیم کے ساتھ [illegible] ہدایات [illegible] [illegible] علاج تجویز کیا۔ مگر اب حضرت اماں جان کی حالت دن بدن کمزور ہوتی جا رہی تھی۔ اور رفع حاجات کے لئے بھی اٹھ نہ سکتی تھیں۔ لہذا پلنگ پر ہی پیڑ [illegible] وغیرہ رکھ دیئے جاتے تھے۔ دل میں کمزوری کے آثار شروع ہو چکے تھے۔ اور خون کا دباؤ کم ہونا شروع ہو گیا۔ پاؤں پر ورم ہو گئی۔ اور غذا برائے نام لیتی تھیں جنہیں اسی [illegible] حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بے اسفر سندھ سے تشریف [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت اماں جان نے آپ کو پہچانا اور فرمایا کہ [illegible] حضرت امیر المؤمنین کے ساتھ مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب بھی آ گئے تھے۔ لہذا اس کے بعد سے وہ بھی علاج کے مشورہ میں آخر تک شامل رہے۔ جب حضرت اماں جان کی حالت سنبھلتی نظر نہ آئی تو [illegible] کو پھر لاہور سے ڈاکٹر غلام محمد صاحب کو بلوایا گیا۔ وہ مکرم ڈاکٹر محمد یعقوب خان صاحب کے ساتھ آئے اور حضرت اماں جان کا معائنہ کیا۔ اور دوائی وغیرہ تجویز کیں۔ ایک دوا ایسی تھی جو آسانی سے دستیاب نہ تھی۔ لہذا اس کے لئے فوری کراچی [illegible] جناب [illegible] صاحب کو [illegible] لاہور سے اس کے حصول کی کوشش کی تاکید مکرم ڈاکٹر محمد یعقوب خان صاحب کو کی۔ اور انہوں نے تاکید کر کے فوری تلاش کر کے دوا منگوائی [illegible] کراچی سے [illegible] آدمی دوا لیکر تیسرے دن پہنچ گیا۔ ڈاکٹروں کے مجوزہ علاج [illegible] جاری تھے۔ مگر اماں جان کی علامت میں کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔ عارضی طور پر اگر کسی دن کسی علامت میں تخفیف ہوئی تو دوسری علامت زیادہ شدت اختیار کر لیتی۔ تنفس کے لئے آکسیجن گیس باقاعدہ سنگھانی شروع کر دی گئی تھی [illegible] غذا دی جا رہی تھی۔ اور کوشش کر کے جتنی مقدار بھی حضرت اماں جان بغیر کوفت کے لے سکتی تھیں دی جاتی۔ اکثر ایسا ہوتا کہ چار اونس دودھ یا شوربا ایک ایک گھونٹ پیتے پیتے آدھ گھنٹہ لگ جاتا بلکہ چند بار گھنٹہ بھر صرف ہوا۔ کبھی ذرا اچھی ہوتیں تو نسبتاً طلب کر لیتی تھیں۔ ٹھنڈے پانی کی خواہش اور پیاس بہت رہتی۔ تقریباً ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن آدمی لاہور بھجوایا جاتا جو حضرت اماں جان کی حالت کی تفصیل پر مشتمل خط ڈاکٹر محمد یعقوب خان صاحب کے پاس لے جاتا۔ اور مکرم ڈاکٹر صاحب وہاں ڈاکٹروں سے مشورہ کر کے اگر مزید ہدایات ہوتیں تو مجھے لکھتے جب حالت کسی صورت سنبھلتی نظر نہ آئی تو پھر لاہور ڈاکٹر محمد یوسف صاحب کو دکھانے کے لئے بلوایا گیا وہ پانچ اپریل رات کے وقت آئے اور حضرت اماں جان کو دیکھا۔ اس دن حضرت اماں جان کے دل کی حالت بہت ہی تشویشناک تھی۔ مکرم ڈاکٹر محمد یوسف صاحب نے معائنہ کے بعد کچھ علاج تجویز کیا (یہاں یہ لکھنا ضروری ہے کہ تمام ڈاکٹروں کا تجویز کردہ علاج تقریباً [illegible] سوائے معمولی فرق کے) اور چلے گئے۔ ایک ٹیکہ جو انہوں نے دل کی بے قاعدگی دور کرنے کے لئے تجویز کیا (جس کی منہ کے ذریعہ دینے والی دوا تو اس دن صبح سے [illegible] کر دی گئی تھی) حضرت اماں جان کو خاکسار نے فوراً لگایا۔ نیز وریدوں میں لگانے کے ٹیکے جو تجویز ہوئے اس کا پہلا ٹیکہ مکرم ڈاکٹر محمد یعقوب خان صاحب نے اسی وقت خود حضرت اماں جان کو کیا۔

چونکہ حضرت اماں جان کی حالت بہت تشویشناک دور سے گذر رہی تھی۔ اس لئے میں تو تقریباً چوبیس گھنٹے آپ کے پاس ہی ہوتا اور مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب بھی اکثر وقت وہیں ہوتے۔ اس کے ایک دن بعد حضرت اماں جان کے دل کی حالت سنبھل گئی۔ مگر دوسرے دن تنفس میں بے قاعدگی شروع ہو گئی۔ جو اس حالت تک پہنچ گئی کہ ہم سب گھبرا گئے کہ شاید آخری وقت آن پہنچا ہے۔ اسی وقت خاکسار نے ایک ٹیکہ تنفس کے لئے کیا جس سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے تنفس بہتر ہونا شروع ہو گیا۔ اور شام تک تقریباً نارمل پر آ گیا۔ اس کے بعد سے آخری وقت تک یہی حالت رہی۔ کہ جب بھی کسی عضو جسم میں کوئی [illegible] معلوم ہوتی اس کے لئے فوراً [illegible] [illegible] جاتا۔ اور وقتی طور پر خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ حالت دور ہو جاتی۔ اس اثناء میں حضرت امیر المؤمنین کی خواہش پر کہ دیسی طب کا علاج بھی کروانا چاہیئے۔ [illegible] ایدہ اللہ تعالیٰ [illegible] اس سے [illegible] [illegible] محمد حسن صاحب قریشی کو بلوایا گیا۔ ان کے ساتھ مکرم حکیم مرحوم [illegible] صاحب مرحوم کے بیٹے بھی تشریف لائے۔ دونوں نے حضرت اماں جان کو [illegible] [illegible] اپریل رات کو دیکھا اور اگلے دن لاہور جا کر اسی کار کے ذریعے جوان پہنچانے گئی تھی ادویہ بھجوائیں جو بیس اپریل کو شروع کر دی گئیں۔

بیس اپریل صبح چار بجے حضرت اماں جان کو پھر دل میں کمزوری کی علامات شروع ہوئیں جس کے لئے میں نے فوری ٹیکہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے دس بجے دن تک حالت سنبھل گئی۔ اور بقیہ حصہ دن حالت سنبھلی رہی۔ بلکہ اس دن بخار بھی پہلے سے کم رہا۔ مگر آہ کسے معلوم تھا کہ یہ آخری سنبھالا ہے اور ہماری اماں جان اسی رات ہم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہونے والی ہیں۔

چنانچہ رات تقریباً نو بجے اماں جان نے کروٹ لی اور ساتھ ہی کرب کے ساتھ کراہتے ہوئے جیسے کوئی شدید تکلیف ہو آہستہ سے "اُوئی میں مری مجھے ٹھنڈا پانی دو [illegible] [illegible] سے پنکھا کرو" اور جب ہاتھ کا پنکھا ہلایا گیا تو فرمایا کہ "نہیں چھت کا پنکھا ہلاؤ"۔

اسی وقت خاکسار نے اماں جان کی نبض دیکھی تو معلوم ہوا کہ حضرت اماں جان پر صدمہ (shock) کی حالت طاری ہے چنانچہ اس کے [illegible] ٹیکہ فوری کیا۔ پھر دس منٹ بعد ٹیکہ کیا اور پانچ منٹ بعد ایک اور ٹیکہ کیا۔ ان ٹیکوں کے بعد نبض [illegible] تھوڑے وقفہ کے لئے خفیف سا [illegible] [illegible] بعد ہی حالت [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ٹیکہ کیا [illegible] [illegible] نبض کی حالت نہ سنبھلی [illegible] بلکہ اس وقت نبض محسوس ہونی بھی بند ہو چکی تھی اس کے بعد مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب نے بھی ایک ٹیکہ کیا۔ مگر جب [illegible] آسمان پر ہو چکا تھا۔ اس کا وقت آن پہنچا [illegible] اور کوئی زمینی تدبیر اسے روک نہ سکتی تھی۔ چنانچہ [illegible] گیارہ بجے شب میری پیاری اماں جان نے [illegible] کا آخری سانس لیا اور [illegible] سب اولاد اور اولاد در اولاد کو اپنے گرد روتے [illegible] [illegible] دنیا میں چھوڑ کر اپنے مولا کو پیاری ہوئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

بیماری کے حالات اختصاراً لکھنے کے بعد میں چاہتا ہوں کہ اس بیماری کے دوران میں جو کوئی خاص بات یا واقعہ (میرے علم میں) ہوا ہو اس کو ضبط تحریر میں لے آؤں۔ سب سے اہم بات جس نے میرے دل پر گہرا اثر کیا یہ تھی کہ تقریباً دو ماہ کی مسلسل بیماری میں ایک دن بھی اماں جان کے چہرہ پر کوئی مایوسی یا تکلیف کا کلمہ نہ تھا۔ اور جب بھی کسی نے آپ سے پوچھا کہ اماں جان طبیعت کیسی ہے۔ آپ نے یہی فرمایا کہ اچھی ہے۔ بلکہ اکثر یہ کہ بہت اچھی ہے۔ میں خود حضرت اماں جان سے تقریباً روزانہ ہی یہ پوچھتا کہ اماں جان آپ کی طبیعت کیسی ہے آپ جواباً فرماتیں اچھی ہے بلکہ [illegible] تو فرمایا کہ بہت اچھی ہے۔ حتیٰ کہ جب آپ کو ضعف بہت زیادہ ہو چکا تھا تو کئی دفعہ میرے طبیعت پوچھنے پر سر کے اشارے سے فرماتیں اچھی ہے۔ ٹیکے وغیرہ میں خود ہی حضرت اماں جان کو کرتا تھا۔ اور پانچ اپریل سے تو روزانہ دن میں [illegible] کو [illegible] ٹیکے دونوں وقت پنسلین کے ٹیکے دن میں بار بار۔

حیاتین کے ٹیکے ۔ دل کی تقویت کے ٹیکے ۔ غرضیکہ دن میں آٹھ دس ٹیکے لگتے تھے ۔ مگر کبھی بھی آپ نے ٹیکہ کروانے سے انکار نہیں کیا ۔ اور میرے ہاتھ سے ٹیکہ کی آپ کو عادت سی ہو گئی تھی ۔ کیونکہ اسی دوران چند ایک مرتبہ جب کسی دوسرے نے ٹیکہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کس نے ٹیکہ کیا ہے ۔ (آپ اکثر آنکھیں بند رکھتی تھیں ۔ اس لئے ٹیکہ کرنے والے کو ہمیشہ ظاہری طور پر دیکھتی نہ تھیں ۔) اسی طرح جب تین چار روز وریدوں میں گلوکوز کا ٹیکہ (جو کہ حضرت اماں جان کے دل کی حالت کے پیش نظر بہت آہستہ آہستہ اور احتیاط سے دیا جاتا تھا) میری طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب نے کیا تو اماں جان نے فوراً فرمایا کہ کون ٹیکہ کر رہا ہے جب بتایا کہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد تو فرمانے لگیں درد کی ہے ۔ نیز جب ایک مرتبہ ڈاکٹر غلام فاطمہ صاحبہ ٹیکہ کرنے لگیں تو اماں جان پیار سے فرمانے لگیں کہ " اگر مجھے درد کی تو مار دوں گی تمہیں " ۔ ایک دن جب میں ورید میں ٹیکہ کرنے لگا اور ٹیکہ سے پہلے بازو پر پٹی باندھی تو فرمانے لگیں کیا کرنے لگے ہو ۔ میں نے عرض کی " ٹیکہ " تو فرمایا " یہ کیسی تمہیں اسی لئے ڈاکٹری پڑھائی تھی " ۔ یہ فقرہ بھی مادرانہ شفقت اور پیار کا تھا ۔ کہ بجائے بیماری میں آرام دینے کے تم سوئیاں چبھو رہے ہو ۔

تمام بیماری کے دوران میں حضرت اماں جان کے ہوش درست رہے ۔ اگرچہ آپ اکثر ضعف کی وجہ سے آنکھیں بند کر کے لیٹی رہتی تھیں ۔ مگر جب بھی بلایا جاتا آپ آنکھیں کھول کر جواب دیتیں ۔ اور بعض دفعہ تو آپ خود بھی آنکھیں کھول کر اپنے ارد گرد دیکھتیں اور بچوں کو پہچانتیں ۔ ایک دن میں سرہانے کی طرف کھڑا تھا کہ آپ نے آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھ کر فرمایا " ڈاکٹر صاحب ہیں ؟ " میں نے کہا " اماں جان میں ہوں منور احمد " ۔ جس پر آپ نے فرمایا " ہاں ڈاکٹر منور احمد " یعنی یہ کہ آپ نے پہلے مجھے پہچان کر ہی ڈاکٹر کہا تھا ۔ اس بیماری سے قبل بھی حضرت اماں جان اکثر شام کے وقت گھر کے لڑکوں کو (جو کہ اکثر عزیزان مرزا رفیع احمد ۔ مرزا حنیف احمد ۔ میر محمود احمد ۔ ہوتے تھے) بلا کر قرآن شریف اور احادیث سنا کرتی تھیں ۔ اس بیماری کے دوران میں بھی کئی دفعہ آپ نے خود کہہ کر قرآن شریف سنا ۔ حتیٰ کہ وفات کے دن بھی صبح کے وقت جب میں ورید میں ٹیکہ شروع کرنے لگا تو آپ نے فرمایا قرآن شریف سنا دو ۔ میں نے عرض کی اماں جان ٹیکہ کر لوں پھر سن لیں ۔ جس پر آپ نے اثبات میں سر سے اشارہ کیا ۔ چنانچہ ٹیکہ کے بعد میر محمود احمد نے قرآن شریف پڑھ کر سنایا ۔ اور وفات سے ایک گھنٹہ قبل یعنی رات ساڑھے دس بجے بھی اماں جان نے فرمایا " قرآن شریف سنا دو " جس پر میر محمود احمد صاحب نے قرآن شریف پڑھ کر سنایا ۔

جب جیں : ۱۲ تاریخ کی رات کو اماں جان کی حالت یکدم خراب ہو گئی ۔ تو حضرت امیر المؤمنین بھی تشریف لے آئے ۔ اور اماں جان کے سرہانے بیٹھے دعائیں فرماتے رہے ۔ اسی دوران میں حضرت اماں جان نے آنکھیں کھول کر حضرت صاحب کو دیکھا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر اشارہ سے دعا کرنے کے لئے کہا ۔ حضرت صاحب دعائیں بڑے سوز اور رقت سے کرتے جاتے تھے اور کبھی آپ کی آواز منہ سے بھی نکل جاتی تھی ۔ اس وقت جو دعا آپ نے بلند آواز سے بار بار دہرائی اور جسے میں سن رہا تھا وہ یہ تھی ربنا

انّنا سمعنا منادیا ینادی للایمان ...

اماں جان کے آخری ڈھائی گھنٹے حضرت صاحب آپ کے پاس ہی رہے ۔ سوائے اس کے کہ چند منٹ کے لئے باہر برآمدے میں تشریف لے جاتے پھر کمرہ میں آ جاتے ۔ حضور کے علاوہ اماں جان کے کمرے میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ۔ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ۔ سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ ۔ سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ ۔ سیدہ ام متین صاحبہ ۔ سیدہ ام ناصر احمد صاحبہ ۔ صاحبزادی منصورہ بیگم صاحبہ ۔ ہماری ممانی جان ۔ خاکسار ۔ عزیز محمود احمد صاحب اور کچھ اور افراد خاندان موجود تھے ۔ باقی تمام افراد خاندان برآمدے میں تھے ۔ اور تمام ہی اپنے رب کے حضور دعاؤں میں نہایت کرب کے ساتھ مشغول تھے ۔ حضرت اماں جان کو آخری سانس سے قبل ایک لمبا سانس کھینچ کر آیا اس وقت حضرت صاحب چند منٹ قبل برآمدے میں تشریف لے گئے تھے ۔ چنانچہ بڑی پھوپھی جان نے زور سے کہا کہ بڑے بھائی کو بلاؤ ۔ حضور فوراً اندر تشریف لائے اور عین اس وقت حضرت اماں جان نے آخری چھوٹا سا سانس لیا اور آپ کی پاک روح ہمیشہ کے لئے جسد عنصری کو چھوڑ کر اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئی ۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

حضرت اماں جان کی بیماری کا آخری مہینہ سارے کا سارا تقریباً نہایت تشویش میں گذرا چنانچہ اس وجہ سے خاندان کے اکثر افراد آپ کے پاس رہے اور اپنے اپنے رنگ میں آپ کی خدمت میں مصروف رہتے ۔ چونکہ ایسے سخت بیمار کے پاس لوگوں کا جمگھٹا بھی مناسب نہیں ہوتا اس لئے اپریل کے پہلے ہفتہ سے سب کی ڈیوٹیاں لگا دی گئی تھیں ۔ تاکہ باری باری سب کو خدمات کا موقعہ مل جائے ۔ لیکن کچھ ایسے بھی تھے جو چوبیس گھنٹے وہیں رہتے ۔ اور ڈیوٹی ادا کرتے تھے ۔ ان میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور مکرم صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب اکثر اماں جان کے گھر رہتے ۔ نیز خاکسار ۔ صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب ۔ عزیز میر محمود احمد صاحب ۔ مرزا حنیف احمد صاحب ۔ میر داؤد احمد صاحب بھی ہر وقت حاضر اور خدمت میں رہتے ۔ مستورات میں سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ تو چوبیس گھنٹے حضرت اماں جان کے کمرہ میں ہی رہتی تھیں ۔ سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ ۔ سیدہ ام متین ۔ سیدہ نصیرہ بیگم صاحبہ ۔ ہماری تینوں ممانی جان (یعنی حضرت اماں جان کی بھاوجیں) صاحبزادی منصورہ بیگم صاحبہ ۔ صاحبزادی امۃ المجید بیگم ۔ سیدہ طیبہ بیگم نیز طاہرہ بیگم بیماری کے شروع کے ایام میں تو خاندان میں سے تھیں ۔ اور ان کے علاوہ آمنہ بیگم (جن کو حضرت اماں جان نے ہی بچپن سے پرورش کیا تھا) ۔ اہلیہ مکرم نیک محمد خاں صاحب ۔ عائشہ بیگم اہلیہ مکرم محمد اسمٰعیل صاحب بقا خادم لنگر خانہ (بچپن سے پرورش کردہ اماں جان اور مسلسل خدمت کرنے والی رہی ہیں اماں جان دونوں سے بہت محبت فرماتی تھیں ، اور رضیہ بیگم نرس نور ہسپتال (جو نذیر احمد صاحب مبلغ افریقہ کی بھانجی ہیں) تھیں ۔ اور جیسا کہ پہلے عرض کر آیا ہوں مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب بھی اکثر وقت حضرت اماں جان کے پاس حاضر رہتے ۔ جب زیادہ خراب حالت میں بعض راتیں بھی وہیں سوتے ۔ فجزاہم اللہ اجمعین احسن الجزاء فی الدارین ۔ ان کے علاوہ خاندان کے دوسرے افراد بھی اپنے وقت میں ڈیوٹی ادا کرتے رہے ۔

میں مکرم ڈاکٹر محمد یعقوب خان صاحب کا بھی بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے حضرت اماں جان کی بیماری میں ہر ممکن کوشش اور امداد کے علاج کے لئے مہیا کی ۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء فی الدارین ۔

اے میرے خدا تو سمیع العلیم ہے اور مضطر کی دعاؤں کو ضرور سنتا ہے ۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ جو دعائیں اور صدقات خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور احباب جماعت نے اپنی پیاری ماں کی صحت اور درازیٔ عمر کے لئے کیں وہ ضرور تیرے حضور شرف قبولیت حاصل کر گئیں ۔ گو ظاہری شکل میں وہ نتیجہ نہ نکلا جس کے لئے خاندان اور جماعت تیرے حضور ملتجی ہوئے ۔ کیونکہ تیری ہی تقدیر مبرم تھی اور ہمیں یقین ہے کہ ہماری وہ دعائیں ہماری اماں جان کے درجات بہت بلند کریں گی ۔ لیکن اے ہمارے آقا ہم تجھ سے التجا کرتے ہیں کہ ہم اپنی پیاری محبت کرنے والی ماں کی دعاؤں سے اب ہمیشہ کے لئے محروم رہ گئے ہیں سو تو اس کا بدل ہمیں ایسے رنگ میں جس کو تو ہی جانتا ہے عطا فرما کہ ہم اپنی پیاری ماں کی ان محبت بھری دعاؤں سے محروم نہ رہ جائیں ۔ اور ان کی دعائیں ان کی وفات کے بعد بھی ہمارے ہر حال میں ہمارے ساتھ شامل رہیں ۔ آمین یا رب العالمین ۔

اے میرے پیارے خدا اب میرا جسمانی تعلق میری پیاری اماں جان سے منقطع ہو چکا ہے اور ان کو پیغام پہنچانے کا میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے کہ تو اپنے اس گنہگار بندے پر رحم فرماتے ہوئے اس کا یہ پیغام اس کی اماں جان کو پہنچا دے ۔ کہ میری پیاری اماں جان میں نے آپ کو بیماری میں ٹیکے کر کر کے بہت تکلیف پہنچائی مگر میری اماں جان میں یہ سب کچھ صرف اسی لئے کر رہا تھا کہ شاید آپ کو صحت ہو جائے ۔ اور آپ کچھ عرصہ ہم لوگوں میں رہیں ۔ آپ کو ٹیکہ کرتے وقت خود میرا دل ایک سخت چبھن محسوس کرتا تھا ۔ مگر میں مجبور تھا ۔ اماں جان مجھے معاف فرمائیں ۔ تا میرا خدا بھی مجھے معاف فرما دے ۔ آمین یا رب العالمین ۔

نوٹ از حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ

مجھے بے حد خوشی اور اطمینان اس بات کا اس غم میں حاصل ہوتا رہا کہ میرے پیارے منور کو جو علاوہ بھتیجا ہونے کے میرا داماد اور فرزند عزیز ہے اماں جان کی خدمت کا اس قدر موقعہ حاصل ہوا ہے ۔ جب پہلے طبیعت بعد السلام علیکم پوچھتے نہایت نرم آواز میں کہتے ۔ " اماں جان طبیعت کیسی ہے " اور جواب سن کر پھر نبض بلڈ پریشر وغیرہ دیکھنے کا سلسلہ شروع کرتے ۔

پہلے تو کبھی کبھی ہم لوگوں کے یاد دلانے کے پوچھنے پر سر درد وغیرہ بتایا کرتی تھیں مگر اس دو ماہ کی علالت میں قریباً نہ اماں جان نے خدا جانے کیا سمجھ لیا تھا اور کیا عزم کر لیا تھا کہ جب کہا اچھی ہوں ہی کہا ۔ اول تو کئی دیاں ... آنے کے بعد نمایاں طور پر میں نے محسوس کیا تھا کہ اپنے جسمانی عوارض کی شکایت بہت ہی کم کر دی تھی ۔

حضرت بانیٔ اسلام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و اخلاق

ایک غیر مسلم محقق کے قلم سے

بعض ناواقف، متعصب اور فرقہ وارانہ ذہنیت رکھنے والے معترضین نے گذشتہ دنوں جو زہر اسلام اور حضرت بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف "ویشیوا انہاس" کا ریکید ریکھا اور "نظم انڈیا والا" اور "نورجہاں" میں اگلا ہے۔ اس میں ایک حد تک مسلمانوں کا بھی قصور ہے کہ انہوں نے اسلام اور اسلام کے مقدس بانی کی تعلیم اور اخلاق کے متعلق صحیح معلومات غیر مسلموں کو بہم نہیں پہنچائیں مسلمانوں کی تبلیغی کوتاہی اور خود صحیح عقائد سے ناواقفیت غیروں کے لئے اعتراض کا باعث بنتی ہے ورنہ اسلام اور اس کے مقدس پیشوایان کا حسین اور دلکش چہرہ ایسا نہیں کہ اس کا اظہار غیروں پر ہو۔ اور وہ دل و جان سے اس کے گرویدہ نہ ہو جائیں۔

یہ ایک تجربہ شدہ بات ہے کہ جس غیر مسلم محقق نے بھی تعصب سے خالی ہو کر اسلام کے متعلق تحقیق کی ہے وہ ہمیشہ اس کی تعریف و توصیف کرنے کے لئے مجبور ہوا ہے۔ ذیل میں ہم ایک غیر مسلم محقق رائے صاحب مسٹر رگھوناتھ سہائے صاحب یفیرا ایڈیٹر گلدستہ کی مشہور تصنیف "پیغمبر اسلام" سے کچھ حصہ درج کرتے ہیں۔ جس میں فاضل محقق نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور اخلاق حسنہ پر اپنے خاص انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ مسلمان بھائیوں کو چاہیئے کہ وہ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ خرید کر خود بھی پڑھیں اور اپنے غیر مسلم دوستوں کو مطالعہ کے لئے دیں تاکہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے مقدس دین کا درخشندہ و تابندہ چہرہ دنیا پر ظاہر ہو۔ (ایڈیٹر)

قدرت نے آپ کے اندر تمام خوبیاں کوٹ کوٹ کر بھر دی تھیں۔ اسی واسطے آپ کی شخصیت کا اثر اتنا تھا کہ دشمن بھی آپ کو مانتے تھے۔ ابوسفیان جیسے جانی دشمن نے قیصر روم کے سامنے آپ کی خوبیوں کا اعتراف کیا۔ اُن کی خوبیوں کا مفصل ذکر کرنا اس چھوٹی سی کتاب میں ناممکن ہے تاہم ہم کوشش کریں گے کہ مختصر طور پر اُن کا ذکر کریں۔

اُن کی طبیعت میں اس قسم کی سادگی تھی کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے تھے۔ اگر وہ چاہتے تو بادشاہوں والی زندگی بسر کر سکتے تھے۔ مگر انہوں نے شروع ہی سے غریبوں کی سی سادگی اختیار کر لی تھی۔ ہمیشہ موٹا کپڑا استعمال کرتے تھے۔ کرتہ چادر اور تہ بند کے سوا اور کپڑا استعمال نہ کرتے تھے۔ خوراک کی سادگی کا تو یہ حال تھا کہ شاید غریب مزدور بھی آج کل ایسی سادہ خوراک نہ کھاتا ہو جو کا آٹا پیس کر ہانڈی میں چڑھا دیا اور اس میں اوپر سے زیتون کا تیل۔ زیرہ اور کالی مرچ ڈال دی بس اُن کا کھانا تیار ہو گیا۔ سرکہ، شہد، حلوا اور زیتون کا تیل آپ کو مرغوب تھا۔ لہسن۔ پیاز اور مولی سے بہت پرہیز کرتے تھے۔ اور حکم تھا کہ یہ چیزیں کھا کر کوئی مسجد میں نہ آئے۔ اکثر کھجوریں کھا کر ہی گذارہ کر لیتے تھے۔ کیسا ہی نامرغوب کھانا سامنے آتا آپ نے کبھی ناپسندیدگی کا اظہار نہ کرتے تھے اور خدا کا شکر کر کے کھا جاتے تھے۔ سبزیوں میں انہیں کدو بہت پسند تھا۔ نیز آپ کو صفائی کا خیال بہت زیادہ تھا میلے برتن میں کھانا پسند نہ کرتے تھے۔ کپڑے اور اور سامان بہت خیال رکھتے تھے۔ لوگوں کو جب بھی میلے کپڑے پہنے دیکھتے تو کہتے بھئی خود ہی کپڑے دھو لیا کرو۔ آپ کا مکان اگرچہ کچی اینٹوں اور گارے کا بنا ہوا تھا۔ مگر اس میں بہت صفائی رہتی تھی۔ خود اپنے ہاتھ سے جھاڑو دے کر مکان کو صاف کر لیا کرتے تھے۔ مکان میں صرف ایک چارپائی اور پانی کی ٹھلیا اور ایک بوریا رہتا تھا۔ مگر یہ چیزیں بہت قرینے سے لگی رہتی تھیں۔ کیا مجال کہ گھر میں کہیں کوڑا کرکٹ پڑا نظر آ جائے۔ آپ کھانے سے پہلے اور پیچھے ہاتھ دھوتے۔ اور منہ کو خوب صاف کر لیا کرتے تھے۔ مسواک کا استعمال اکثر کیا کرتے تھے۔

اپنے جسم کو آپ ہمیشہ پاک اور صاف رکھتے تھے داڑھی اور بالوں میں کنگھی کرتے کبھی کبھی تیل بھی لگا لیا کرتے تھے۔ وہ ہر قسم کا کام خود اپنے ہاتھ سے کر لیتے تھے۔ شروع عمر میں بکریاں چرانے جایا کرتے تھے۔ گھربار کے کام میں اپنی بیویوں کی ہمیشہ امداد کر دیتے تھے۔ گھر میں جھاڑو دے لیتے۔ بکریوں کا دودھ دوہ لیتے۔ پھٹے پرانے کپڑوں کی مرمت کر لیتے۔ اپنے جوتے خود گانٹھ لیتے تھے اونٹوں کو باندھ لیتے اور اُن کے آگے چارہ ڈال دیتے تھے۔ جب مسجد بنائی خود مزدوروں کے ساتھ ٹوکریاں اُٹھاتے تھے۔ خندق کی لڑائی میں جب کھائی کھودنے کی ضرورت پڑی تو خود پھاوڑا لے کر مٹی کھودی۔ اور مزدوروں کے ساتھ کام کرتے رہے۔ آپ بازار سے نہ صرف اپنا سودا خود خرید کر لاتے بلکہ دوسروں کا بھی خرید کر لا دیتے تھے۔ اس طرح انہوں نے اپنی مثال سے ثابت کر دیا کہ کسی قسم کے کام کو ذلیل نہ سمجھنا چاہیئے۔ اُن کی نگاہ میں شرافت کی کسوٹی راستبازی اور دیانتداری تھی نہ کہ کوئی خاص پیشہ یا کام۔

آپ کے مزاج میں اعلیٰ درجہ کی انکساری تھی۔ جب وہ کسی جانور پر سوار ہوتے کسی کو ضرور پیچھے بٹھا لیتے۔ ایک دفعہ سعد نامی ایک امیر سے ملاقات کے لئے گئے۔ اُس نے سواری کے لئے اپنا خچر پیش کیا اور اپنے بیٹے قیس کو ان کے ساتھ جانے کو کہا۔ انہوں نے کہا کہ اگر قیس میرے ساتھ چلے گا تو اُسے میرے ساتھ خچر پر سوار ہونا ہو گا۔ اور میرے آگے بیٹھنا ہو گا۔ کیونکہ خچر اس کا ہے اور مالک کا حق ہے کہ وہ آگے بیٹھے۔ اس لئے قیس نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ اُن کے برابر بیٹھنا ادب کے خلاف سمجھتا تھا۔ تکبر و غرور آپ میں ذرا نہ تھا کسی مجلس میں ایک شخص آپ کا ہاتھ چومنے کو آگے بڑھا۔ آپ نے ہاتھ پیچھے ہٹا لیا اور کہا کہ ایسا عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ خواہ کوئی غلام بھی کھانے کو بلاتا تو اُس کے ہاں بے تکلف چلے جاتے اور سب کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے۔ خواہ امیر ہو یا غریب، غلام ہو یا آزاد۔ جب کسی مجمع میں بیٹھتے تو عوام میں مل جل کر بیٹھتے۔ کوئی اجنبی نہ جان سکتا۔ کہ حضرت صاحب کہاں بیٹھے ہیں۔ مجلسوں اور سوشل جلسوں میں اکثر بڑے آدمیوں کے لئے الگ نشستیں بنائی جاتی ہیں تاکہ وہ دور سے پہچانے جا سکیں۔ نیز بڑے آدمی چھوٹوں کے ساتھ معمولی جگہ پر بیٹھنا کبھی پسند نہیں کرتے۔ مگر رسول کریم جنہیں عرب کا روحانی بادشاہ کہنا چاہیئے مجلسوں میں جا کر عوام کے ساتھ بیٹھتے اور بات چیت کرتے تھے۔

جب کوئی دوسرا بات کرتا ہو تو اُس میں ہرگز دخل نہ دیتے تھے۔ اور کچھ بات کہنی ضروری ہوتی تھی تو بہت حلیمی اور عاجزی سے کہہ دیتے تھے۔ نیز آپ میں بڑائی کا خیال مطلق نہ تھا بلکہ دوسروں کے ساتھ لین دین میں وہ اپنے آپ کو ایک معمولی انسان کا ہی درجہ دیتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نے ایک یہودی کا کچھ روپیہ دینا تھا اُس نے آ کر ذرا بداخلاقی سے تقاضا کیا۔ اُس وقت وہ مدینہ میں بادشاہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ حضرت عمر کو اس یہودی کی گستاخی پر بہت غصہ آیا۔ مگر آپ نے فرمایا۔ اے عمر! تمہیں تو چاہیئے تھا کہ ہم دونوں کو نصیحت کرتے کہ قرضخواہ کو نرمی سے مطالبہ کرنا چاہیئے اور مجھ کو نیکی کے ساتھ روپیہ واپس کر دینا چاہیئے۔ یہ بات سُن کر حضرت عمر بالکل خاموش ہو گئے۔

آپ نے یہودی کو بہت محبت سے اپنے پاس بٹھایا اور اُس کے روپیہ سے کچھ زیادہ دے کر اُسے رخصت کیا۔ اُن کے نیک سلوک کا یہودی پر ایسا اثر ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

ایک دفعہ آپ اپنے احباب کے ساتھ جنگل میں گئے۔ جب کھانا بنانے کی ضرورت پیش آئی۔ اور سب کے سپرد کچھ نہ کچھ کام ہوا تو آپ نے جنگل میں سے لکڑیاں چُن کر لانے کا کام اپنے ذمہ لیا۔ آپ اپنے نوکروں کے ساتھ بہت نرمی سے سلوک کیا کرتے تھے کسی کو جھڑکتے بھی نہ تھے۔ آپ نے عمر بھر کسی نوکر یا عورت پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ جو غلام اُن کے حصہ میں آتے تھے اُن کو آزاد کر دیتے تھے۔ اور پھر اُن کو اُن کی مرضی پا کر اپنے پاس رکھ لیتے تھے۔

اپنے دوستوں سے بہت پیار اور محبت بھرے تعلقات رکھتے تھے۔ جب کوئی کسی کی بُرائی کرتا تو آپ منع کر دیتے تھے۔ کہ میرے سامنے میرے دوست کی بُرائی نہ کرو۔ کیونکہ میں ہر ایک کی طرف سے اپنا دل صاف رکھنا چاہتا ہوں۔ ویسے تو ہر ایک بچے کو وہ پیار و محبت سے دیکھتے تھے۔ خاص کر اپنے نواسوں کے بچوں کو گود میں لے کر کھلایا کرتے تھے۔ اکثر دفعہ بچے اُن کے کپڑوں کو پلید کر دیتے تھے۔ مگر کیا مجال کہ ان کی پیشانی پر بل پڑ جائے۔

آپ کا دل دشمنی۔ عداوت۔ انتقام گیری اور درشت کلامی کے ناپاک جذبات سے بالکل پاک تھا۔ وہ ہمیشہ معافی اور درگذر کے اعلیٰ اصول پر عمل کرنے کو تیار رہتے تھے۔ اگر کسی سے کچھ قصور ہو جاتا تو ہمیشہ اُس کی چشم پوشی کرتے تاکہ اشارۃً بھی اس قصور کو نہ جتلاتے تاکہ وہ شرمندہ نہ ہو۔ ہاں باتوں باتوں میں اُس کو اس طرح سمجھا دیتے کہ اس کو ناگوار نہ گذرے۔

وحشی۔ ابوسفیان۔ ہندہ۔ ہبار اور زینب یہودن وغیرہ کو جنہوں نے اُن پر اور مسلمانوں پر کس قدر ظلم کیا تھا۔ انہیں جس فیاضی اور دریا دلی سے معاف کر دیا اس کی مثال دنیا میں شاید ہی کہیں ملتی ہو۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ انہوں نے اپنے ذاتی نقصان پر کسی سے بدلہ لینے کا خیال نہیں کیا۔ جب عفو اور درگذر سے کام چلنا دشوار ہو جاتا تب آپ سزا دینے کا خیال کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ وہ صرف مسلمان ہونے پر لوگوں کو معافی بخشتے تھے۔ بلکہ معافی اور درگذر کے معاملہ میں عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکوں سب سے یکساں برتاؤ کرتے تھے۔

سچائی اور انصاف اُن کی زندگی اور فطرت کے جزو بن گئے تھے۔ ہر وقت نہ صرف اپنے پیرووں کو بلکہ ہر ایک سے سچائی اور انصاف سے برتاؤ کرنے پر زور دیتے تھے بلکہ خود بھی ہمیشہ ہر کام میں سچائی اور انصاف سے کام لیتے تھے۔

(باقی صفحہ ۱۰ پر ملاحظہ ہو)

روزہ اور اُس کے فوائد

حصول مقاصد میں کامیابی کے گر

از مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل الخارج جامعۃ المبشرین قادیان

یاایھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللّٰہ مع الصابرین۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی مشکلات کو دور کرنے کیلئے کئی قسم کے ذرائع اور اسباب پیدا کر رکھے ہیں۔ جن میں سے بعض مادی اور بعض غیر مادی یعنی روحانی ہیں۔ کسی مقصد میں کامیابی کے حصول کیلئے جہاں انسان کو مادی ذرائع کا استعمال ضروری ہے۔ وہاں روحانی اسباب سے کام لینا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ اس مضمون میں ہم صرف روحانی ذرائع کا ذکر کریں گے۔ اور ان میں سے بھی صرف بعض کا۔ اور پھر ان کے بارہ میں اسلام اور دیگر مذاہب کا مقابلہ کرکے اسلام کی فضیلت ثابت کریں گے۔

قرآن کریم میں جن روحانی اسباب و ذرائع کا ذکر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان میں سے دو کا ذکر مذکورہ بالا آیت قرآنی میں کیا گیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ اے مومنو! تم صبر اور صلوٰۃ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ وہ صبر کرنیوالوں اور صلوٰۃ کی پابندی کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کسی کام میں ...... اپنی مدد کے حصول کیلئے صبر اور صلوٰۃ کو ذریعہ قرار دیا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ صبر کیا چیز ہے اور صلوٰۃ سے کیا مراد ہے۔ سو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ صبر کے معنی روکنے کے ہیں۔ آگے خواہ انسان اپنے آپ کو کسی اچھے کام پر روکے رکھے یا اس پر مداومت اختیار کرے۔ خواہ اپنے آپکو بُرے کام سے روکے رکھے۔ دونوں صورتوں میں صبر کہلائیگا گویا صبر کے معنی استقلال اور استقامت کے ہیں اگر انسان اچھا کام کرنا شروع کرے۔ یا بُرے کام سے بچنے کی کوشش کرے اور وہ اپنی اس کوشش میں مداومت اختیار کرے اور اسے لگاتار کرتا چلا جائے تو اس کا یہ کام صبر کہلائیگا۔

دوسرے معنی صبر کے معروف روزہ کے ہیں گویا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہ بتایا ہے۔ کہ اگر تم مجھے اپنے ساتھ ملانا چاہتے ہو۔ اور تمہاری یہ خواہش ہے۔ کہ میں تم سے محبت کروں اور تمہارے مقاصد کے پورا کرنے میں تم کو مدد دوں تو اس کا ایک ذریعہ تو یہ ہے۔ کہ تم نیک کام کرو۔ پھر انکو کرتے چلے جاؤ۔ اور ان سے کسی وقت بھی نہ اکتاؤ اور اپنی کوشش کو ترک نہ کرو۔ بلکہ اسے ہمیشہ جاری رکھو۔ اور اگر بُرے کام سے بچتے ہو۔ تو اس سے بچتے ہی چلے جاؤ اور اس بارہ میں بھی اپنی کوشش نہ چھوڑو۔ بلکہ اسے لگاتار جاری رکھو ...... اسی طرح اگر تم کسی کام میں کامیابی چاہتے ہو۔ تو اس کیلئے روزے رکھو۔ کیونکہ روزہ بھی انسان کے مقاصد میں کامیابی کیلئے بڑی مفید اور کارآمد چیز ہے

دوسرا ذریعہ کامیابی کا جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ صلوٰۃ ہے۔ صلوٰۃ کے ایک معنی نماز کے ہیں۔ اور دوسرے معنی دُعا کے ہیں اس میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی محبت اور اسکی معیت اور نصرت حاصل کرنے کیلئے یہ ضروری ہے۔ کہ تم اسکی عبادت کرو۔ اور جس طریق پر اسلام نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ نمازیں پڑھو۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سامنے اسکی عبودیت کا اقرار کرو۔ اس سے محبت رکھو اور اس کا اس کے سامنے اظہار کرو۔ اسے یاد کرو۔ اسکی اطاعت کرو۔ اس سے ڈرو۔ اس سے اپنی امیدیں وابستہ رکھو۔ اس پر توکل کرو۔ اور اسکے شکر گذار بندے بنو۔ اسکی تعظیم کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ بلکہ اسکی توحید کا اقرار کرو۔ نہ صرف قول سے بلکہ عمل سے بھی۔ غرضیکہ کسی لحاظ سے بھی تم اسکی عبادت میں کمی نہ آنے دو۔

صلوٰۃ کے معنی دعا کے بھی ہیں۔ اس لئے اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ تم خدا تعالیٰ سے اس بات کیلئے دعائیں بھی کرتے رہو۔ کہ اسکی محبت معیت اور نصرت ہمیشہ تمہارے شامل حال رہے اور وہ ہمیشہ تمہارے مقاصد میں تمہیں کامیاب کرے۔ خواہ وہ مقاصد جسمانی یا مادی ہوں یا روحانی اور اُخروی۔ اگر تم ان دو باتوں پر پورے پورے کاربند ہو جاؤگے۔ تو اللہ تعالیٰ یقیناً تمہارے ساتھ ہوگا۔ اور جب وہ تمہارے ساتھ ہوگا۔ تو پھر ہر میدان میں تمہاری فتح ہے۔ تم جس کام میں بھی ہاتھ ڈالوگے۔ اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں برکت دیگا۔ اور اس میں تمہیں کامیاب کریگا۔ وہ تم سے محبت کریگا۔ اور تمہارا ساتھ دیگا۔ اور تمہارے دشمنوں کے مقابلہ میں تمہاری مدد کریگا اور تمہیں ان پر غلبہ اور فتح دیگا۔ اور یہ فتح اور غلبہ غیر معمولی ہوگا۔

پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کمال مہربانی سے دو ضروری باتیں بیان فرما دی ہیں۔ جن کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ استقلال اور روزہ صبر میں داخل ہیں۔ نماز اور دعا صلوٰۃ میں گویا دو لفظوں میں چار اہم باتوں کا ذکر کر دیا ہے۔ جن کے ذریعہ سے انسان اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ یعنی روزہ۔ استقلال۔ نماز اور دعا ان چاروں چیزوں کی اہمیت ایک معمولی انسان بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہی چار باتوں کے ذریعہ باوجود شدید مخالفت کے نہ صرف عرب جیسے جہالت سے پُر ملک کی بلکہ دیگر ممالک کی بھی کایا پلٹ دی۔ آپ اکیلے تھے۔ آپ کے مقابلہ پر مخالفین۔ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ مگر آپ نے ان باتوں کی مدد سے ایسے طریق پر اسے فتح کیا۔ جسکی نظیر ابتدائے آفرینش سے لیکر آج تک ملنی ناممکن ہے۔

جہاں آپ نے بے نظیر استقلال۔ استقامت و مداومت سے کام لیا۔ جہاں اپنی لگاتار رات دن کی ان تھک عبادتوں اور دعاؤں کے ذریعہ سے کائنات عالم کی ہستی کو ہلا دیا۔ وہاں آپ نے باوجود شدید اور گوناگوں مصروفیات اور محنت اور جفاکشی کے کاموں کے روزوں سے بھی کام لیا۔ وہ روزے فرض بھی تھے اور نفل بھی۔ باوجود اس کے آپ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔ اور باوجود اس کے کہ آپکی نو بیویاں تھیں۔ اور خوراک کی کوئی اعلیٰ درجہ کی صورت نہ تھی۔ بلکہ اس درجہ معمولی حالت تھی کہ بعض اوقات آپ کے ہاں کھانے کو بھی کم ہی ہوتا تھا اور ادھر ہم دیکھتے ہیں کہ آپکو بڑے بڑے مشقت کے کام خود ہی کرنے پڑتے تھے۔ اور قوم کی تمام ذمہ داریاں آپ کے سر پر تھیں۔ اور تمام قومی کام آپ خود ہی سرانجام دیتے تھے۔ آپ برابر روزے رکھتے تھے۔ اور بعض اوقات وصال بھی کیا کرتے تھے۔ یعنی لگاتار روزے رکھتے اور درمیان میں نہ افطار کرتے نہ سحری کھاتے۔ اور یہ ایسی چیز ہے کہ دوسرے لوگ اسکی طاقت نہیں رکھتے۔ بہرحال اس سے روزے کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

یہ روزے فرضی بھی تھے اور نفلی بھی۔ احادیث سے پتہ لگتا ہے۔ کہ جہاں آپ خود نفلی روزے رکھتے تھے وہاں آپ صحابہؓ کو بھی تلقین فرمایا کرتے تھے قرآن کریم سے بھی روزہ کی اہمیت کا علم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس کے متعلق ترغیب دلانے کیلئے اس بات کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ روزے صرف تم پر فرض نہیں کئے گئے۔ بلکہ تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض کئے گئے تھے۔ کیونکہ یہ نہایت ضروری چیز ہے۔ تمہیں بھی اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

چنانچہ اس سنت قدیمہ کے ماتحت ہمارے آقا سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دوربین نگاہ نے روزہ کی اہمیت کو مدنظر رکھکر ابتدائے زمانہ درویشی سے ہی جہاں دعاؤں۔ تہجد باجماعت اور استقلال کی خاص طور پر تاکید فرمائی وہاں روزوں کے متعلق بھی تاکید فرمائی۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے اور خوشی کی بات ہے۔ کہ ہمارے درویش بھائی شروع سے اسی طرح ہفتہ میں ایک یا دو بار روزہ رکھتے چلے آئے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بھی ان کے ساتھ خاص سلوک کرتا رہا ہے۔ اور اسکی خاص تائیدات ان کے شامل حال رہی ہیں۔

اس بات کو دیکھکر خاکسار کے دل میں تحریک پیدا ہوئی۔ کہ اس جگہ روزوں کے بعض فوائد کا ذکر کیا جائے۔ تاکہ احباب کو روزوں کے متعلق مزید توجہ پیدا ہو۔ اور وہ ان سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی کوشش کریں۔ اور اللہ تعالیٰ ان پر اپنے فضل۔ اور رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے اور ان کو ان کے مقاصد دینی و دنیوی۔ خاص و ملّی میں کامیاب و کامران کرے۔ آمین۔

روزہ کے فوائد

(۱) روزہ کا ایک فائدہ یہ ہے۔ کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو ٹرینڈ کرنا چاہتا ہے۔ جس طرح دنیوی حکومتیں اپنی فوجوں کو ٹیریٹوریل فورس کے ذریعہ ٹرینڈ کرتی ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کو روزہ کے ذریعہ سے اس قابل بنانا چاہتا ہے۔ کہ وہ مشکلات و مصائب کا مقابلہ کرنے اور جفاکشی اور محنت سے کام کرنے کے عادی بن جاویں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ابتدائے اسلام میں مسلمان اس قدر محنتی۔ اور جفاکش اور ٹرینڈ تھے۔ کہ وہ مشکلات اور مصائب کا خوب مقابلہ کرتے تھے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے ان میں قوت برداشت پیدا ہو جاتی تھی جسکی وجہ سے وہ مشکلات و مصائب سے گھبراتے نہ تھے۔ روزہ کے ذریعہ سے انسان عیش و آرام اور پست ہمتی سے دور ہو جاتا ہے۔

(۲) دوسرا فائدہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے ظاہری حواس کو دباکر حواس باطنیہ کو اُبھارنا چاہتا ہے۔ کیونکہ اس طرح کرنے سے انسان کی روحانیت تیز ہو جاتی ہے۔ اور عالم بالا کے انکشاف اس پر ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک الٰہی اشارہ کے ماتحت دعویٰ سے قبل ایک لمبا عرصہ تک روزے رکھے۔ جن کے نتیجہ میں آپ پر انوار سماویہ کا نزول ہوا۔

(۳) روزہ کا تیسرا فائدہ یہ ہے۔ کہ اس کے ذریعہ سے انسان کے اندر اپنے دوسرے غریب و نادار اور بیکس بھائیوں کی تکلیف کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ انکی مدد کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح ایک طرف وہ قوم کے ایک کمزور حصہ کی حالت کو سنوارنے کا موجب بنتا ہے۔ اور دوسری طرف ان کے دلوں میں اسکی محبت جاگزیں ہو جاتی ہے۔ اور ان کی دلی دعاؤں کا وہ مستحق بن جاتا

ہے۔ اور نیز یہ وہ قومی شیرازہ کے اتحاد کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

(۴) روزہ کا چوتھا فایدہ یہ ہے۔ کہ اس کے ذریعہ سے انسانی ضروریات بہت حد تک کم ہو کر اقتصادی پہلو سے اسے اور ملک و قوم کو بہت سا فایدہ پہنچتا ہے۔ اور اس طرح قومی ضروریات کے پورا کرنے کیلئے اس کے پاس مال بچ جاتا ہے۔ یہ گویا کھانے پینے اور دیگر خواہشات نفسانی کے پورا کرنے پر ایک قسم کا کنٹرول ہے۔ چنانچہ گذشتہ دنوں ہندوستان میں بعض لوگوں نے غلہ کی قلت اور کال کے پیش نظر یہ تجویز پیش کی تھی۔ کہ لوگ کچھ وقفہ کے بعد روزہ رکھا کریں۔ مگر اسلام نے تو پہلے ہی روزہ کے ذریعہ سے اس بات کو پیش کیا ہوا ہے۔ اور اس کیلئے ایک مہینہ کے روزے مقرر کر دئے ہوئے ہیں۔ یہ اس کا قومی و اقتصادی فایدہ ہے۔

(۵) روزہ کا پانچواں فایدہ یہ ہے۔ کہ اسکے ذریعہ حلال چیزوں کو چھوڑ کر حرام اور ناجائز چیزوں سے بچنے کا سبق دیا ہے۔ اور یہ عملی تلقین کی ہے۔ جب انسان یہ دیکھتا ہے۔ کہ میں نے خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے حلال چیزوں کو چھوڑ دیا ہے تو وہ ناجائز اور حرام چیزوں سے بدرجہ اولیٰ بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

(۶) روزہ کا چھٹا فایدہ یہ ہے۔ کہ اس کے ذریعہ سے انسان اپنے جذبات مثل غصہ و غضب پر قابو پانے کے قابل بن جاتا ہے۔ کیونکہ روزہ میں خاص طور پر ان باتوں سے بچنے کی مشق کرائی جاتی ہے۔ اور تعلیم کے علاوہ عملی رنگ میں ان باتوں سے بچنے کی پریکٹس کرائی جاتی ہے۔ اس طرح انسان کے اندر رحم اور عفو کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔

(۷) روزہ کا ساتواں فایدہ یہ ہے۔ کہ اس کے ذریعہ سے دعاؤں کی قبولیت کا ماحول پیدا کیا جاتا ہے۔ جیساکہ رمضان کے مہینہ میں لوگ خاص طور پر ذکر الٰہی اور دعائیں لگ جاتے ہیں۔ اور اسکی وجہ سے لوگوں کی توجہ خاص طور پر دعا کی طرف ہو جاتی ہے۔

(۸) روزہ کا آٹھواں فایدہ یہ ہے۔ کہ یہ دعا کی قبولیت کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے۔ کہ اس کا بندہ اس کے حکم کے ماتحت اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرنے اور اپنے آرام پہنچانے سے رکا رہا ہے۔ تو خدا اسکی دعا کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ احادیث میں بھی آتا ہے۔ کہ روزہ دار کے افطار کے وقت کی دعا ضرور سنی جاتی ہے۔ جس سے روزہ کا دعا کے ساتھ تعلق ظاہر ہے۔ گویا روزہ دعا کی قبولیت میں غیر معمولی طور پر ممد و معاون ہے۔

(۹) روزہ کا نواں فایدہ یہ ہے۔ کہ اسکے ذریعہ سے انسان خدا تعالیٰ کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کھانے پینے اور دیگر ضروریات سے پاک ہے۔ انسان بھی گویا ان باتوں کو ہمیشہ کیلئے چھوڑنے پر قادر نہیں۔ مگر وہ ایک معین وقت تک کیلئے چھوڑ کر اسکے رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے۔

(۱۰) روزہ کا دسواں فایدہ یہ ہے۔ کہ اسکے ذریعہ سے انسان کے اندر شکر کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک عرصہ تک جب وہ بھوکا پیاسا رہتا اور بیوی سے الگ رہتا ہے۔ اور بیوی اس سے الگ رہتی ہے۔ تو ان کے اندر جذبات شکر و امتنان پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہ ان نعمتوں کی قدر کرنا سیکھتا ہے۔ اور اس طرح وہ پہلے سے بھی زیادہ خدا تعالیٰ کے انعامات اور فضلوں کا مورد بنتا ہے۔

(۱۱) روزہ کا گیارھواں فایدہ یہ ہے۔ کہ اسکے ذریعہ سے انسان کے اندر تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کے دل پر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ جو اسکی ترقی کا موجب بنتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں بھی اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کہ تم اس کے ذریعہ سے متقی اور پرہیزگار بن سکتے ہو۔ اس طرح اس کے غضب اور عذاب سے محفوظ رہ سکتے ہو۔

(۱۲) روزہ کا بارھواں فایدہ یہ ہے۔ کہ انسان اسکے ذریعہ سے مصایب اور تکالیف اور دکھوں سے بچ جاتا ہے۔ روزہ ان چیزوں کا علاج ہے۔ کیونکہ تقویٰ کے معنی بچنے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ روزہ کی برکت سے انسان کے دکھ وغیرہ دور کر دیتا ہے جیساکہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کے الفاظ میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ تم روزہ کے ذریعہ سے مصایب سے بچ سکتے ہو۔

(۱۳) روزہ کے ذریعہ سے انسان کے شہوانی قویٰ میں کمی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح قوائے شہوانیہ نفسانیہ میں جو شیطان کی طرف سے تحریکیں پیدا ہوتی ہیں۔ کم ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے مہینہ میں شیطان زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ شیاطین کے زنجیروں میں جکڑے جانے کا یہی مطلب ہے۔ کہ اس وقت شیطانی تحریکوں میں بہت حد تک کمی واقعہ ہو جاتی ہے۔

(۱۴) روزہ کا چودھواں فایدہ یہ ہے۔ کہ اسکے ذریعہ سے انسان کے جسم کا تنقیہ بھی ہوتا ہے۔ کئی قسم کی بیماریاں جن کا معدہ سے تعلق ہوتا ہے۔ روزہ کے ذریعہ سے دور ہو جاتی ہیں۔ نیز یہ جراثیم کے جلانے کا کام دیتا ہے۔ آلات ہضم اس کے ذریعہ سے مضبوط ہو جاتے ہیں۔ اور معدہ کی بیماریاں دب جاتی ہیں۔ اور نئے فاسد مواد پیدا نہیں ہوتے۔

(۱۵) روزہ کا پندرھواں فایدہ یہ ہے۔ کہ اس کے ذریعہ سے ظاہری کاروبار کم ہو کر انسان کا بہت حد تک بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح سے اسے جو غیر معمولی فرصت ہوتی ہے۔ روزہ ہو کر دنیوی دھندوں سے آرام حاصل ہو جاتا ہے۔ ورنہ ہر شخص بعض اوقات اپنے کاروبار کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اور نہ دین کے کاموں کی طرف مائل ہو کر توجہ کرتا ہے۔

(۱۶) روزہ کا سولہواں فایدہ یہ ہے۔ کہ رمضان کے مہینہ میں روزہ کی مدد سے انسان تراویح کی عبادت میں شامل ہو کر سارا قرآن کریم سننے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اور جو لوگ قرآن کریم خود پڑھ سکتے ہیں۔ وہ پہلے سے بہت زیادہ تلاوت کر لیتے ہیں۔ اور اس طرح روحانیت میں اسے زیادہ سے زیادہ دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر وہ ترجمہ جانتے ہیں۔ تو تھوڑے سے وقت میں وہ قرآن کریم کے مسائل پر عبور کر لیتے ہیں۔

(۱۷) روزہ کا سترواں فایدہ یہ ہے۔ کہ انسان اس کے ذریعہ سے حرص و بخل سے بچ جاتا ہے۔ کیونکہ اسے روزہ کی وجہ سے زیادہ سخاوت کا موقعہ ملتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک میں تیز آندھی سے بھی زیادہ سخی ہوتے تھے۔ روزوں کے دنوں میں بعض نئی قسم کے اخراجات دوستوں اور بعض دوسرے لوگوں کیلئے کرنے ہوتے ہیں۔ مثلاً انسان دوستوں کا روزہ کھلواتا ہے۔ یا بعض دفعہ فدیہ دینے کی ضرورت پیش آ جاتی ہے۔ اور اس طرح اسے لازماً خرچ کرنا پڑتا ہے۔

(۱۸) روزہ کا اٹھارواں فایدہ یہ ہے۔ کہ فرض روزوں کے بعد خاص طور پر غریبوں کی امداد کے لئے صدقہ فطرانہ کی صورت میں قومی فنڈ اکٹھا کرنے کا موقعہ مہیا گیا ہے۔ جو ان کو عید کی خوشی میں شامل کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اور یہ ایسی چیز ہے۔ جسکی مثال دنیا کے کسی اور مذہب یا قوم میں نہیں ملتی۔

(۱۹) روزہ کا انیسواں فایدہ یہ ہے۔ کہ اس کے ذریعہ سے انسان اپنی بدعادات کو ترک کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ جن کے چھوڑنے پر وہ دوسرے اوقات میں قادر نہیں ہو سکتا۔ جیسے پان، سگریٹ، نسوار یا حقہ کی عادت ہے۔ اگر وہ سارا دن حقہ سے پرہیز کریگا۔ تو بہت ممکن ہے وہ اس کے چھوڑنے پر بھی قادر ہو جائیگا۔

(۲۰) روزہ کا بیسواں فایدہ یہ ہے۔ کہ اس کے ذریعہ سے انسان کے اخلاق درست ہوتے ہیں۔ اور انسان اس کے ذریعہ سے لغو باتوں اور حرکتوں سے پرہیز کر سکتا ہے۔ کیونکہ جو شخص روزہ میں ان باتوں سے پرہیز نہیں کریگا۔ تو اس کا روزہ صحیح معنوں میں روزہ کہلانے کا مستحق نہ ہوگا۔ اس لئے لازماً اسے ان باتوں سے الگ رہنا پڑیگا۔ اس طرح اس کے اندر متانت اور سنجیدگی پیدا ہو جائیگی۔ جو وقار کیلئے ضروری ہے۔

(۲۱) روزہ کا اکیسواں فایدہ یہ ہے۔ کہ اس کے ذریعہ سے انسان کے اندر استقلال، استقامت اور مداومت کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ جو شخص ایک ماہ تک کسی بات پر قائم رہتا ہے۔ اور اس کا عادی ہو جاتا ہے اس کے متعلق توقع ہوتی ہے۔ کہ وہ آئندہ بھی اس بات پر قائم رہیگا۔ اور اسے چھوڑیگا نہیں۔

(۲۲) روزہ کا بائیسواں فایدہ یہ ہے۔ کہ اسکے ذریعہ سے انسان کے اندر سے تکبر دور ہوتا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں اس کے اندر انکسار اور تواضع کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ دوسروں کی تحقیر سے مجتنب رہتا ہے۔

(۲۳) روزہ کا سب سے بڑھ کر جو فایدہ ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس کے ذریعہ سے انسان کا خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہ تیئسواں فایدہ ہے حدیث میں آتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ مومن کے روزہ کا بدلہ میں خود ہوں۔ اور فلکردہ آیت میں فرماتا ہے۔ کہ میں روزہ داروں کے ساتھ ہوتا ہوں کیونکہ انسان دراصل سب کچھ اسکی خاطر چھوڑ کر اس کے رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے۔

(۲۴) روزہ کا چوبیسواں فایدہ یہ ہے۔ کہ نماز کی طرح اس میں خاص طور پر وقت کی پابندی کرائی جاتی ہے جس سے انسان کا ضبط اور انتظام مضبوط ہو جاتا ہے۔ اور اس کا تنظیم اور دوسرے کاموں پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ اور اس سے پابندی کی عادت پڑتی ہے۔ جو ہر کام میں کامیابی کیلئے نہایت ضروری ہے۔ کوئی انتظام اس پابندی کے بغیر چل نہیں سکتا۔

(۲۵) روزہ کا پچیسواں فایدہ یہ ہے۔ کہ اس کے ذریعہ سے انسان کے اندر انتہائی اطاعت کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ نافرمانی اور عدم اطاعت سے بہت دور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ نماز کی طرح اس میں بھی کئی ایک باتوں سے اجتناب اور کئی ایک باتوں کے اختیار کرنے کا حکم ہے۔ جس قدر اطاعت نماز اور پھر روزہ کے ذریعہ سے انسان میں پیدا ہوتی ہے۔ کسی دوسری بات سے نہیں ہو سکتی۔

غرضیکہ روزہ بہت سے فیوض و برکات کا مجموعہ ہے۔ وہ جہاد اور اشاعت خیر کا موجب ہے۔ جو قومی برتری کا باعث ہیں۔ ...... پھر روزہ انسان کے اندر سے بری باتیں دور کرتا اور اچھی باتیں پیدا کرتا ہے۔ غضب، شہوت، غصہ اور بخل و حرص سے روکتا ہے۔ اور انسان کے اندر حلم، عفو، متانت اور نیکی کی طرف رغبت پیدا کر کے بدی سے نفرت پیدا کرتا ہے۔ اسکے اندر زہد، قناعت اور رازداری اور عفت پیدا کر کے اسکو فرشتہ صفت انسان بناتا ہے۔ صوفیاء نے قلت طعام، قلت منام اور قلت کلام وغیرہ کو روحانیت اور تصوف کی جان قرار دیا ہے۔ اور روزہ میں یہ سب باتیں بیک وقت موجود ہوتی ہیں۔ اور اس طرح انسان کی روحانی ترقی کا ذریعہ بن جاتا ہے +

ایڈیٹر "پرتاپ" کی غلط فہمی کا جواب

از جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے قادیان

روزنامہ "پرتاپ" کے ایڈیٹر مہاشہ کرشن صاحب نے مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۵۲ء کے پرچہ میں "مسلمان اور احمدی" کے زیر عنوان اداریہ لکھا ہے۔ جس کا باعث کراچی میں چند روز قبل احمدیوں کے جلسہ میں مخالفوں کی یورش ہوا ہے۔ اس میں وہ تحریر کرتے ہیں کہ:

"پولیٹیکل وجوہات پر احمدی جماعت کی مخالفت اس لئے تھی۔ کہ وہ انگریز کی وفاداری کا دم بھرتی تھی۔ خود مرزا غلام احمد کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ اس نے انگریز کی وفاداری پر اتنی کتابیں لکھی ہیں۔ کہ ان سے کئی الماریاں بھر جاتی ہیں۔ پولیٹیکل بنا پر احمدی جماعت کی مخالفت کا موجب مجلس احرار بنی۔ احمدیوں نے اپنے بچاؤ کے لئے انگریز کی سرپرستی قبول کی۔ اس لئے کہ اقلیت اپنی رکشا کیلئے ہمیشہ حکومت وقت کی شرن لیتی ہے۔ اسے انگریز سرکار کی سرپرستی کی ضرورت اس لئے بھی تھی کہ اکثریت اسے اپنے خیالات کا پرچار کرنے دیتی تھی"

بیشک حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انگریزوں کی حکومت کی اطاعت کی اور اپنی جماعت کو اسکی تلقین فرمائی۔ لیکن یہ اس لئے نہ تھی۔ کہ جماعت احمدیہ اقلیت میں تھی۔ اور ان کیلئے اپنی حفاظت کے واسطے انگریزوں کی سرپرستی قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ حضرت اقدس علیہ السلام شیر دل تھے۔ ذاتی مفاد کی خاطر کسی کی کاسہ لیسی نہ انکی فطرت میں تھی نہ انکی جماعت کے خمیر میں ہے۔ اگر حضور کا مقصد انگریزوں کو خوش کرنا ہوتا۔ تو کبھی ملکہ وکٹوریہ کو قبول اسلام کی دعوت نہ دیتے اور اس امر کا اعلان نہ کرتے۔ کہ عیسائیوں کا خدا مسیح ابن مریم خدا نہ تھا بلکہ وہ مر چکا ہے۔ سری نگر کشمیر میں اسکی قبر ہے۔ حضرت اقدس نے ایسے مضبوط دلائل نقلی و عقلی سے عیسائیت کے بنیادی معتقدات کی تردید کی۔ کہ انکی مساعی کا ساری عالم عیسائیت پر اثر پڑا اور خود انہوں نے بارہا اس امر کا اعتراف کیا ہے۔ اور مغربی افریقہ وغیرہ سے اس بنا پر ان کے مشن کم ہو رہے ہیں۔ حضرت اقدس نے ڈپٹی عبداللہ آتھم سے ایک معرکۃ الآراء مباحثہ ۱۸۹۳ء میں کیا۔ جو پندرہ دن تک ہوتا رہا۔ ۱۹۰۰ء میں لاہور کے لارڈ بشپ ڈاکٹر لیفرائے کو مقابلہ کی دعوت دی۔ اور اخبارات کے ذریعہ بھی اعلان کرنے کی کوشش کی۔ انگلستان کے ایک مدعی بادری پگٹ کو دعوت مقابلہ دی۔ امریکہ کے ایک معتقد اور ذی اثر مذہبی لیڈر ڈاکٹر ڈوئی کو مقابلہ کی دعوت دی اور اسکی ہلاکت کی پیشگوئی کی۔

مذکورہ بالا امور سے یہ بات واضح ہے۔ کہ حضور مذہبی معاملات میں عیسائیت یا عیسائی حکام سے ہرگز نہیں دبے۔ اب رہا یہ معاملہ کہ آپ نے انگریزوں کی وفاداری کیوں کی۔ یہ اس لئے کہ آپ مذہباً اس امر کو ناجائز یقین کرتے تھے کہ کسی قائم شدہ حکومت کے خلاف غیر آئینی طریق اختیار کیا جائے۔ حکومت تک ہی یہ امر محدود نہ تھا۔ بلکہ اداروں میں بھی ہڑتال اور عدم تعاون کو ناجائز قرار دیتے تھے۔ اور یہ جماعت احمدیہ کا مسلک اس کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ حضرت اقدس کے ایک پوتے نے جو علی گڑھ تعلیم پاتے تھے کالج کی ہڑتال میں حصہ لیا۔ یہ ہڑتال حکومت کے خلاف ہڑتال نہ تھی۔ بلکہ کالج کے متعلق تھی۔ اس بات کا علم ہونے پر حضور نے بذریعہ اخبار اپنے پوتے کے اخراج از جماعت اور قطع تعلق کا اعلان کیا۔ حالانکہ ظاہراً مصلحت وقت کا مقتضا یہ نہ تھا۔ اسی طرح لاہور کے میڈیکل سکول میں ہڑتال ہوئی تو حضور نے فوراً پیغام بھیجکر احمدی طلباء کو اس میں شمولیت سے باز رکھا۔ اور صرف احمدی طلباء ہی تھے جنہوں نے ہڑتال نہ کی تھی۔

سو جماعت احمدیہ کا مسلک یہ ہے۔ کہ فتنہ فساد اور باغیانہ اور غیر آئینی طریقوں سے احتراز کیا جائے۔ اور جس حکومت کے زیر سایہ رہیں۔ ان کی فرمانبرداری اور اطاعت کریں۔ اس لئے نہیں کہ مصلحت وقت کا یہ اقتضا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ مذہباً یہی طریق جائز ہے۔ اور دراصل صرف اس طریق سے کوئی شخص پُرامن شہری بن سکتا ہے۔ مہاشہ صاحب یہ بھی لکھتے ہیں۔

"مرزا نے پنڈت لیکھرام کی موت کی پیشگوئی کی اور ایک سلمان احمدی نے جو شدھ ہونے کے بہانے ان کے پاس آیا ان کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا۔ سرکار اس قاتل کا سراغ نہ لگا سکی۔ کیونکہ سلمان اسے اپنی پناہ میں لے چکے تھے"

افسوس ہے۔ کہ ایڈیٹر صاحب اخبار "پرتاپ" نے اس معاملہ میں بھی صحیح طریق اختیار نہیں کیا۔ اور خلاف واقعہ الزام تراشی کی ہے۔ پنڈت لیکھرام نے جیسا کہ کلیات آریہ مسافر سے ظاہر ہے۔ از خود حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف زہر چکانی کی اور اپنی طرف سے بطور پیشگوئی کہا "ہمارا الہام" تین سال کے اندر اندر آپ کا سب خاتمہ بتاتا ہے۔ نیز کہا "ہمارا الہام یہ بتا ہے کہ مرزا کا گیا تین سال کے اندر اندر آپ کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اور آپکی ذریت سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔ (حاشیہ کلیات آریہ مسافر) اسی طرح لکھا ہے۔ "خدا کہتا ہے۔ کہ وقت بہت اقرب ہے۔ کہ حکام وقت تجھے ماخوذ کر کے فریب و افترا پردازی کی سزا دیں گے۔ اور لوگ تیرے نام سے نفرت کریں گے اور لاحول پڑھیں گے (کلیات آریہ مسافر ص ۴۹۹)

مندرجہ بالا بڑوں اور اسی قسم کے اور قابل اعتراض دعووں اور تحقیک کے جواب میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے حق کے اظہار کے لئے خود پنڈت جی کی پسندیدگی بلکہ ان کے انجام کے متعلق خدائی اطلاع کو شائع کر دیا۔ اور وہ یہ تھی کہ پنڈت جی چھ سال کے عرصہ میں خدا کے قہری نشان کا شکار ہوں گے۔ باقی یہ امر کہ حضرت مرزا صاحب نے پنڈت جی کو اپنا کوئی آدمی بھیجکر قتل کرا دیا۔ قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔ اس کا جھوٹا ہونا نہ صرف سرکاری تحقیقات سے ثابت ہے۔ بلکہ حضرت بانی سلسلہ نے ان معترضین کے جواب میں جنہوں نے آپ پر یہی الزام لگایا تھا۔ جو اب ایڈیٹر صاحب "پرتاپ" لگا رہے ہیں۔ اشتہار شائع کیا۔ اور اس میں تحدی سے اس بات کو پیش کیا۔ کہ لیکھرام کے قتل میں آپ کا قطعاً کوئی دخل نہیں۔ اور اگر کوئی شخص سمجھتا ہے۔ کہ آپ کا اس میں دخل ہے۔ تو وہ قسم کھا کر اس بات کا اعلان شائع کر دے۔ اور اگر وہ شائع کردہ اعلان کے بعد ایک سال تک ایسی موت سے جو انسانی دست برد سے بالا ہو نہ مرے۔ تو بیشک آپ کو مجرم گردانا جائے۔ لیکن اس تحدی کو آج تک کوئی بھی قبول کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ کیا ان حقائق کی موجودگی میں بھی حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ پر کوئی الزام دیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک جماعت احمدیہ کی تعلیم اور رویہ کا تعلق ہے۔ وہ ہمیشہ سے پُرامن اور پابند قانون رہی ہے۔ اور قانون کو ہاتھ میں لینے کو جماعت کی طرف سے بھی کبھی پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھا گیا۔ یہی نہیں بلکہ ۱۹۴۷ء کے فسادات کے دوران میں جب بڑے بڑے مہاپرش بھی قتل و غارت اور لوٹ گھسوٹ کی رَو میں بہ گئے۔ جماعت احمدیہ نے اپنا پُرامن اور پابند قانون نمونہ قائم رکھا۔ جماعت احمدیہ کی یہ عمدہ مثال اس قدر نمایاں اور واضح ہے۔ کہ بہت سے غیر مسلم اخبار نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ جناب ڈاکٹر شنکر داس صاحب مہرہ ایم بی بی ایس اخبار سنت سپاہی میں مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۴۸ء میں تحریر کرتے ہیں:

"قادیان کی پاکیزہ بستی میں ایک ہندو کی حیثیت سے پیدائش ہوئی بچپن سے اچھے ... وہاں کے حالات کو بغور دیکھا۔ مطابق اس کے لاہور میں جانے والوں کی زندگی میں بھی ... احمدیہ جماعت ایک تعمیری پروگرام رکھنے والی قانون کی پابند جماعت ہے۔ اور علاقوں کے ریکارڈ سے ظاہر ہے۔ کہ اس کے افراد نمایاں طور پر جرم سے پاک ہیں۔ گذشتہ فسادات میں ہمیں ان کے ہاتھ فتنہ و فساد سے بالکل صاف رہے۔ یہ سب کچھ ان کے پیشوا کی تعلیم کا نتیجہ ہے"

پنڈت لیکھرام نے جو پیشگوئی الہام الٰہی کی طرف منسوب کر کے شائع کی واقعات نے اس کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیا۔ نہ صرف یہ کہ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اس پیشگوئی کے خلاف تین سال کی مدت سے بہت زیادہ عرصہ زندہ رہے بلکہ خداتعالیٰ نے آپکی اپنی پیشگوئیوں کے مطابق آپکی نسل کو بہت بڑھایا۔ اور اس وقت جبکہ آپ کی وفات پر ابھی نصف صدی نہیں گذری آپکی نسل کی تعداد دو صد تک پہنچ چکی ہے۔ لیکن اس کے مقابل پر اس دنیا میں ایک فرد بھی موجود نہیں جو اپنے آپ کو پنڈت لیکھرام کی جسمانی نسل میں سے قرار دے سکے۔ جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی ترقی کا سوال ہے۔ خداتعالیٰ کے فضل سے آپکی جماعت اکناف عالم میں پھیل چکی ہے۔ اور اپنے اثر و رسوخ اور شان و شوکت میں دن بدن ترقی کر رہی ہے۔ اس وقت کئی حکومتوں کے وزراء آپکی جماعت میں شامل ہیں۔ اور آپ پر درود بھیجنے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ اور وہ دن دور نہیں۔ جب خداتعالیٰ کے وعدہ کے مطابق عظیم الشان بادشاہ آپ کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ کیا یہ نمایاں فرق خداتعالیٰ کے اس سلوک کا پتہ نہیں دیتا۔ جو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ پنڈت لیکھرام کے مقابلہ پر خداتعالیٰ نے فرمایا۔ اور کیا اس تقابل سے مذہب اسلام اور آریہ مت کی صداقت اور خدا کی نگاہ میں قدر کا موازنہ نہیں ہوتا۔

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ تاکہ جواب دینے اور کاروائی کرنے میں سہولت رہے۔ (مینیجر)